

جامعہ حقانیہ کاترجمان

سائبرہ

سرگودھا

# الحقانیہ

مجلد

ربیع الاول ۱۴۳۰ھ / مارچ ۲۰۰۹ء

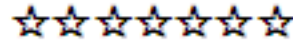


بانی جامعہ: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور رحمہ اللہ



## ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مارچ ۲۰۰۹ء فہرست

- 3 ماہ ربیع الاول اور عید میلاد ..... لمحہ فکریہ؟ مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
- 11 درس قرآن کریم ..... " " "
- 14 درس حدیث ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ
- 16 ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ ..... از قلم حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ
- 18 اصلاحی مکاتیب ..... فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ
- 20 گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم ..... فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ
- 27 احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا مہج تحقیقی جائزہ .... مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی
- 33 جن کی قبروں سے خوشبو مہک رہی ہے ..... مولانا ابوالحسن نور محمد قادری تونسوی
- 36 استاذ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی .... ضیاء الرحمن جالندھری ملتان
- 40 الاستفتاء ..... فقیہ العصر مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ
- 48 تعارف و تبصرہ ..... ..



کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## ماہ ربیع الاول اور عید میلاد..... لمحہ فکریہ؟

ماہ ربیع الاول اسلامی سال کے بارہ مہینوں میں سے تیسرا مہینہ ہے اس مہینہ کو یہ عظمت اور شرافت حاصل ہے کہ اس میں مقصود کائنات رحمۃ اللہ علیہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود مسعود سے اس تاریک دنیا کو منور فرمایا اس وجہ سے اس مہینہ کی فضیلت دوسرے مہینوں پر واضح ہے، کما قبل ے

لهذا الشهر في الاسلام فضل ومنقبة تفوق على الشهور

ربيع في ربيع في ربيع و نور فوق نور فوق نور

بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا واقعہ اس قدر خوشی اور مسرت کا واقعہ ہے کہ اس پر جس قدر بھی خوشی ہو کم ہے اہل ایمان اور مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کسی چیز پر خوشی نہیں ہو سکتی جتنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر ہے اس لئے کہ ان کو دنیا و آخرت کی جتنی نعمتیں اور دولتیں حاصل ہوئی یا آئندہ ہوں گی وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور برکت سے ملی ہیں آپ کی ہستی یقیناً اتنی عظیم ہستی ہے جو تمام انبیاء کرام اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اکمل ہے جسے حق تعالیٰ نے خاتم النبیین والمرسلین بنا کر بھیجا اور جو صحیح معنی میں مع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کا مصداق ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (نبی اور رسول بنا کر بھیجے) کو مومنین پر نہ صرف احسان قرار دیا بلکہ اسے جتلیا بھی ہے اور پھر ساتھ ہی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقاصد کو بھی بیان فرمایا چنانچہ ارشاد باری ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم يتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم وبعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ قبل سے صریح غلطی میں تھے۔

ولادت مبارکہ بے شک و شبہ عظیم نعمت اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جس چیز کو بطور احسان کے ذکر فرمایا وہ ولادت با سعادت نہیں بلکہ یہاں ماہ المہ بدلت بعثت کو قرار دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ولادت شریفہ سے مقصود بعثت ہے اور بعثت کے بھی کچھ مقاصد ہیں جن کی تفصیل تلاوت قرآن کریم، تعلیم کتاب و حکمت، تزکیہ نفوس سے بیان فرمائی گئی ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول بنا کر اس لئے بھیجا کہ ان کی اتباع کی جائے جیسا کہ فرماتے ہیں وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ حق تعالیٰ سے سچی محبت کا معیار بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو قرار دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الایۃ جو حکم آپ دیں اس کی پیروی اور جس سے آپ منع فرمائیں اس سے رکنا بطور ضابطہ کے آیت کریمہ ما اتکم الرسول فخذوه وما نہا کم عنه فانتهوا الایۃ میں بیان فرما دیا ہے اور آپ کی ذات گرامی کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ غرضیکہ قرآن و سنت کی اتباع کے بغیر مسلمان کیلئے کوئی چارہ کار نہیں۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت عظمت اتباع ہر مسلمان کے ذمہ آپ کا لازمی حق ہے اتباع سنت کے بغیر محبت کا دعویٰ نہایت ہی عجیب ہے کما قال ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ۔  
تعصی الرسول وانت تظہر حبیہ      ہذا لعمری فی الفعال عجیب  
لو کان حبک صادقاً لا طعنتہ      ان المحب لمن یحب یطیع  
دین اسلام کامل اور مکمل ہے حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس کی تکمیل کا اعلان

بھی فرما دیا ہے اس لئے اسلام میں دین کے نام پر کسی چیز کی پیوند کاری کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔  
احداث فی الدین کی قباحت اور بدعت کی شناعیت اظہر من الشمس ہے حضور اکرم ﷺ نے دین میں نئی چیز کے اضافہ کو مردود قرار دیا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ سے روایت فرماتی ہیں من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد جس نے دین میں نئی چیز ایجاد کی وہ رد ہے۔

آپ ﷺ کو بدعت سے حد درجہ نفرت تھی اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بدعات سے بہت نفرت فرماتے تھے حضرات علماء کرام، صوفیاء عظام، فقہاء سب ہی سنت سے شدید محبت اور بدعت سے سخت نفرت فرماتے تھے لیکن افسوس کہ آج کل بدعات اور رسومات کا دور دورا ہے سنتوں سے محبت کی بجائے بدعات کو سنتوں کے نام پر فروغ دیا جا رہا ہے اس لئے سادہ لوح مسلمان بدعت کو سنت سمجھ کر اپنا رہے ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ عوام کو اس پر تنبیہ کی جائے تاکہ وہ بدعات میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں اور فساد کے اس دور میں تمسک بالسنۃ پر عمل کر کے سوشلہیڈوں کے اجر و ثواب کے مستحق بن جائیں امت میں جب ایسا بگاڑ پیدا ہو جائے کہ بدعات چھا جائیں اور سنت پر عمل مشکل ہو جائے ایسے وقت میں سنت پر عمل کرنے والے کو سوشلہیڈوں کے ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے من تمسک بسنتی عند فساد امتی قلہ اجر مائتہ شہید (الحدیث)

جس نے امت میں فساد کے وقت میری سنت اور طریقہ کو مضبوطی سے تھامے رکھا اسے سوشلہیڈوں کا ثواب ملے گا۔

اس دور میں جہاں اور بہت سی بدعات اور رسومات پائی جاتی ہیں وہیں ایک رسم اور بدعت ماہ ربیع الاول میں ”عید میلاد النبی ﷺ“ کے نام سے کچھ عرصہ سے دیکھنے میں آرہی ہے جسے اس انداز سے منعقد کیا جاتا ہے کہ گویا یہ اسلام کا ضروری حکم اور آپ ﷺ سے محبت اور آپ کے امتی ہونے کی علامت اور شعار ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی شخص چاہے وہ کتنا ہی متبع سنت اور پابند شریعت ہو عاشق رسول نہیں ہو سکتا حالانکہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ربیع الاول کا مہینہ



بارہا آیا آپ نے اپنی ولادت مبارکہ کی تاریخ پر کبھی بھی کوئی تقریب منعقد نہیں فرمائی۔

اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سب سے زیادہ محب صادق اور عاشق رسول تھے انہوں نے ربیع الاول کی کسی تاریخ میں بھی کوئی محفل میلاد، عید میلاد نہیں منائی اسی طرح تابعین کرام اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں کہیں بھی اس رسم کا وجود نہیں ملتا بلکہ اس کی ایجاد ہجرت کے چھ صدیوں کے بعد ہوئی اور رفتہ رفتہ اس نے چند سال قبل موجودہ صورت اختیار کر لی اور اب اسے باقاعدہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے بڑے زور و شور کے ساتھ منعقد کیا جاتا ہے جو اس وقت کئی قسم کی منکرات، بدعات و رسومات بلکہ بعض محرمات موسیقی بے پردگی وغیرہ پر مشتمل ہے طرفہ یہ کہ اس سب کچھ کے باوجود اسے اہل سنت والجماعت کا شعار اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار قرار دیا جا رہا ہے والی اللہ المہشتکی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محفل میلاد کی مختصر تاریخ بھی کتاب ”راہ سنت“ مولفہ حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر مدظلہم سے نقل کر دی جائے تاکہ قارئین کو اس بدعت کی ایجاد کا بخوبی علم ہو سکے اور ان پر واضح ہو جائے کہ یہ محض ایجاد بندہ ہے، دین اسلام اور شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

پوری چھ صدیاں گزر چکی تھیں کہ اس بدعت کا کہیں مسلمانوں میں رواج نہ تھا۔ یہ نہ تو کسی صحابی کو سوچھی نہ تابعی کو نہ کسی محدث کو اور نہ فقیہ کو، نہ کسی بزرگ کو اور نہ کسی ولی کو۔ یہ بدعت اگر سوچھی تو ایک مسرف بادشاہ کو اور اس کے ایک رفیق دنیا پرست مولوی کو۔ یہ بدعت ۶۰۴ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکری بن اربل (المتوفی ۶۳۰ھ) کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف اور دین سے بے پروا بادشاہ تھا (دیکھئے ابن خلکان وغیرہ) اور امام احمد بن محمد مصری مالکی لکھتے ہیں کہ کان ملکاً مسرفاً یا مر علماء زمانہ ان يعملوا باستنباطہم واجتہادہم وان لا يتبعوا المذهب غیرہم حتی مالت الیہ جماعة من العلماء و طائفة من الفضلاء و يحتفل لمولد النبی ﷺ فی الربیع الاول و هو اول من احدث من الملوك هذا العمل (القول المعتمد فی عمل المولد) ترجمہ: وہ ایک مسرف بادشاہ تھا علماء زمانہ سے کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے استنباط اور اجتہاد پر عمل

کریں اور غیر کے مذہب کی پیروی نہ کریں حتیٰ کہ (دنیا پرست) علماء اور فضلاء کی ایک جماعت اس کی طرف مائل ہوگئی اور وہ ربیع الاول میں میلاد منعقد کیا کرتا تھا بادشاہوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ بدعت گھڑی ہے۔

اور یہ مسرف بادشاہ بیت المال اور رعایا کی لاکھوں کی رقم اس بدعت اور جشن پر صرف کر دیتا تھا اور اس طرح اس نے رعیت کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرنے کا ایک دینی ڈھونگ رچا رکھا تھا اور بے دریغ ملک اور قوم کی رقم کو اس طرح برباد کر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ علامہ ذہبی (المتوفی ۷۴۸ھ) نقل کرتے ہیں کہ کان ینفق کل سنة علی مولد النبی ﷺ نحو ثلاث مائة الف (دول الاسلام ج ۲ ص ۱۰۳)۔

ترجمہ: وہ ہر سال میلاد (جناب نبی کریم ﷺ) پر تقریباً تین لاکھ روپیہ خرچ کیا کرتا تھا۔ اور جس دنیا پرست مولوی نے اس جشن کے دلدادہ بادشاہ کیلئے محفل میلاد کے جواز پر مواد اکٹھا کر دیا تھا، اس کا نام عمر بن وحیہ ابوالہٹاب (المتوفی ۶۳۳ھ) تھا جس کو اس کتاب کے صلہ میں صاحب اربل اور مسرف بادشاہ نے ایک ہزار پونڈ انعام دیا تھا (دول الاسلام ص ۱۰۴)۔ اب ذرا اس مولوی کی تعریف بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ وہ حضرت کیسے تھے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ کثیر الوقیفہ فی الائمة وفی السلف من العلماء خبیث اللسان احمق شدید الکبر قليل النظر فی امور الدین متھاونا (لسان المیزان ج ۴ ص ۲۹۶)۔

ترجمہ: وہ ائمہ دین اور سلف کی شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتا تھا۔ گندی زبان کا مالک تھا۔ بڑا احمق اور متکبر تھا۔ دین کے کاموں میں بڑا بے پروا اور ست تھا۔

نیز حافظ موصوف نقل کرتے ہیں کہ قال ابن النجار رایت الناس مجتمعین علی کذبہ وضعفہ (لسان المیزان ج ۴ ص ۲۹۵)۔

ترجمہ: علامہ ابن نجار فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اس کے جھوٹ اور ضعف پر متفق پایا۔ حضرات! آپ نے دیکھا کہ مجلس میلاد کو رائج کرنے والا ایک فریب خوردہ اور مسرف

بادشاہ تھا۔ جو علماء کو بجائے سلف صالحین کے مذہب کی اتباع کرنے کے اپنے قیاس اور اجتہاد سے کام لینے کا حکم دیا کرتا تھا۔ اور رعایا کی سادگی اور مذہبی شوق سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس نے اپنی ملکی سیاست کو محفوظ کیا اور حفظ نفس کیلئے راستہ ہموار کیا، اور جواز میلاد پر کتاب لکھنے والا وہ دنیا پرست مولوی اس کو مل گیا جس کی گندی اور ناپاک زبان سے سلف صالحین بھی نہ چھوٹے اور وہ احمق اور متکبر ہونے کے ساتھ دین کے معاملات میں بھی بہت بے پروا اور سست تھا۔ اور اس چالاک بادشاہ اور ہوشیار مولوی کے ساتھ وہ بے چارے پیر اور صوفی بھی شامل ہو گئے جو دین کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے اور جو سادہ ہونے کی وجہ سے ہر چھلکے اور پوست کو مغز سمجھ لیتے ہیں۔ پھر جب بادشاہ اور ماہر نفسیات مولوی اور سادہ قسم کے صوفیاء اس کام کو دین کا کام بتا کر عوام سے اپیل کریں تو عوام بے چارے اس میں کیوں نہ پھنسیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک (المتوفی ۸۱ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وهل افسد الدين الا الملوک واحبار سوء ورهبانها

اب جس کی مرضی ہے کہ وہ خیر القرون کی اتباع کرے یا نفس پرست بادشاہ اور زر پرست مولوی کی؟ ہم تو خیر القرون کی اقتداء کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی کی توفیق دے۔ اور اس محفل میلاد کی ہر زمانہ کے اہل حق اور ہر طبقہ کے علماء نے پر زور تردید کی ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی نے (اپنے فتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۲ میں) اور امام نصیر الدین شافعی نے (دیکھئے رشاد الاخیار ص ۲۰) اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے (مکتوبات حصہ ۵ ص ۲۲ میں) اور علامہ ابن امیر الحاج مالکی نے پوری صراحت اور وضاحت سے اس کی تردید کی ہے چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

ومن جملة ما احدثه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات و اظهار الشعائر ما يفعلونه في الشهر الربيع الاول من المولد وقد احتوى ذلك على بدع ومحرمات الى ان قال وهذه المغالاة مترتبة على فعل المولد اذا عمل بالسمع فان خلا منه وعمل طعاما فقط ونوى به



المولد ودعا اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس  
نيتہ فقط لان ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين  
واتباع السلف اولی (مدخل ابن الحاج مطبوعه مصر ج ۱ ص ۸۵)

ترجمہ : لوگوں کی ان بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن  
کے کرنے کو شعائر اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں ایک مجلس میلاد بھی ہے جس کو وہ ماہ ربیع الاول میں  
کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سی بدعات اور محرّمات پر مشتمل ہے (آخر میں فرماتے ہیں)  
اور اس مجلس میلاد پر یہ مفاسد اس صورت میں مرتب ہوتے ہیں جبکہ اس میں سماع ہو سواگر  
مجلس میلاد سماع سے پاک ہو اور صرف بہ نیت مولود کھانا تیار کر لیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو  
اس کیلئے بلایا جائے اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو تب بھی وہ صرف نیت (عقد مجلس میلاد)  
کی وجہ سے بدعت ہے اور دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ کرنا ہے جو سلف صالحین کے عمل  
میں نہ تھا حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنا اور ان کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

اور علامہ عبدالرحمن مغربی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ: ان عمل المولد بدعة لم  
يقبل ولم يفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة (كذا في الشريعة الالهية)  
ترجمہ : یہ تحقیق میلاد کا کرنا بدعت ہے۔ نہ تو آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے حضرات خلفاء  
راشدین اور ائمہ مجتہدین نے خود اس کو کیا اور نہ اس کا حکم دیا۔ اور علامہ احمد بن محمد مصری مالکی لکھتے  
ہیں کہ: قد اتفق علماء المذاهب الاربعة بدم هذا العمل (القول المعتمد)  
ترجمہ : چاروں مذہب کے علماء اس عمل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔ (راہ سنت)

اس تفصیل سے واضح ہے کہ خیر القرون میں یہ عمل نہ تھا بلکہ بعد میں ایک بادشاہ وقت  
کی سرپرستی میں ایجاد ہوا جسے الناس علی دین ملوکھم کی بنا پر جاری رکھا گیا مگر اہل علم  
نے اس سے اتفاق نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ اس کی تردید کی جہاں تک حضور اکرم ﷺ کی ولادت  
مبارکہ کے تذکرے کا معاملہ ہے تو نفس ولادت شریفہ کا ذکر یقیناً مندوب و مستحب ہے لیکن اس  
کے ساتھ کسی بھی تاریخ کی تعیین اور قیام وغیرہ بدعت اور ممنوع ہے۔

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”نفس ذکر ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت قیود کے سبب منع آئی“ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰۲) مزید فرماتے ہیں ”نفس ذکر ولادت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس ممنوع ہوگئی“ (ص ۱۱۰ ج ۱) اسی طرح حضرات اکابر دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے عقائد کی متفقہ مسلکی دستاویز المہند علی المہند میں نفس ذکر ولادت باسعادت کو جو انضمام مفاسد و منکرات سے پاک ہوا سے اعلیٰ درجہ کا مستحب اور نہایت پسندیدہ قرار دیا ہے۔

اس سے واضح ہے جہاں تک حضور ربیؐ کے مبارک احوال کے بیان اور ذکر کا تعلق ہے تو اس سے کسی کو بھی انکار نہیں مسئلہ یہ ہے کہ اس مریضہ طریقہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟ جو حضرات عید میلاد النبیؐ کے مناد اور داعی وحامی ہیں انہیں اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہئے کہ آپ ربیؐ کی ولادت باسعادت کی تاریخ میں تو اختلاف ہے لیکن ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو وفات ہونے میں اختلاف نہیں ہے اب ۱۲ ربیع الاول کے دن جلوس جشن اور عید منا کروہ کیا تاثر قائم کرنا چاہتے ہیں۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو می روی ہترکستان است  
خدا را ان گذارشات پر غور فرماویں اور مسلمانوں کو بدعت کی دلدل سے نکالنے کی کوشش کریں۔ امید ہے کہ ان معروضات کو خیر خواہی پر محمول کرتے ہوئے ذاتی اغراض اور جماعتی وابستگی سے بالاتر ہو کر نہایت سنجیدگی اور اتباع سنت کے جذبہ صادقہ سے پڑھا جائے گا کیونکہ ان کا مقصد کسی کی مخالفت یا دل آزاری نہیں ہے بلکہ صحیح سمت اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی ہے۔

من آنچه شرط وفا است با تو می گویم تو خواہ از خنم چند گیر خواہ ملال  
اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اکرم ربیؐ کی سچی محبت عظمت اور اطاعت کو توفیق عطا فرماویں اور بدعات رسومات سے مسلمانوں کی حفاظت فرماویں آمین۔ فقط

احقر عبد القدوس ترمذی ۱۳۳۰/۲/۲۰ھ



مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

## درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم تو حید

وقال تعالى يا ايها الناس اعبدوا ربكم الذي الى قوله تعالى وانتم تعلمون (ربط) یہاں تک مؤمنین اور کافرین اور منافقین کے احوال علیحدہ علیحدہ بیان فرمائے اب اس آیت میں علی العموم سب کو خطاب فرماتے ہیں نیز وہ ہدایت جس کیلئے یہ کتاب نازل کی گئی وہ دو اصولوں پر منقسم ہے ایک تو حید اور دوسرے رسالت۔ اس لئے اول تو حید اور عبادت کا مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ جو تقویٰ اور پرہیزگاری کی جڑ ہے یعنی یہ کتاب متقین کی ہدایت کیلئے نازل کی گئی ہے لیکن تقویٰ کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صرف خدائے وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرو اسی وجہ سے یا ایہا الناس اعبدوا کے بعد لعلکم تتقون فرمایا خلاصہ یہ کہ شروع سورت میں اس کتاب کا متقین کیلئے موجب ہدایت ہونا بیان فرمایا تھا اب ان آیات میں تحصیل تقویٰ کا طریقہ بتلاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے لوگو اگر واقع میں تم انسان ہو اور اپنی انسانیت کی حفاظت چاہتے ہو تو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا یعنی تم کو اور تمہارے اصول (آباء و اجداد) کو پرہیزگاری سے نکالا اور وجود کا عجیب و غریب خلعت تم کو پہنایا تا کہ تم اس غیر مترقب نعمت اور عمدہ مرحمت کا شکر کرو اور متقی اور پرہیزگار بن جاؤ متقی بننے کا طریقہ یہی ہے کہ ہر وقت تم اس امر کو پیش نظر رکھو کہ وہ تمہارا پروردگار ہے ایک لمحہ اور ایک لمحہ کیلئے تم اس کی تربیت سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتے اسی نے تم کو اور تمہارے آباء و اجداد کو جن سے تم پیدا ہوئے ہو محض اپنی قدرت سے کتم عدم سے نکال کر وجود کا خلعت پہنایا ہے۔ اپنی امکان کو سوچو تا کہ اس کا وجوب معلوم ہو۔ اپنی عاجزی اور درماندگی کو سوچو تو اس کا قادر مطلق ہونا معلوم ہو۔ اپنی ذلت اور خواری کو سوچو تو اس کو عزیز مطلق اور ذوالجلال والا کرام

ہونا معلوم ہو، اپنے مملوک ہونے کو سمجھو تا کہ اس کا مالک ہونا سمجھ میں آئے۔ علیٰ ہذا القیاس غایت اور نہایت تعظیم و اجلال کے ساتھ انتہائی تذلل کا نام عبادت ہے مطلق محبت اور مطلق تعظیم اور مطلق تذلل کا نام عبادت نہیں۔ اسی وجہ سے اولاد کی محبت اور والدین اور اساتذہ کی تعظیم اور ان کی تواضع عبادت نہیں کہلائے گی۔ تمام عالم عبادت ہی کیلئے پیدا کیا گیا اور سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے اسی عبادت کی دعوت دی حضرت نوح، ہود، صالح اور شعیب وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے یہی فرمایا اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں وقال تعالیٰ وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا الہ الا انا فا عبدون آپ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی بھیجتے تھے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔ اس لئے اب آئندہ آیت میں معرفت معبود کا طریقہ بتاتے ہیں کہ معبود وہ ہے کہ جس نے آسمان اور زمین کو بنایا الخ الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون وہ پاک ذات کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی سے تمہارے کھانے کیلئے قسم قسم کے کچھ پھل اور میوے نکالے پس خدا کیلئے اس کے مقابل اور مماثل ہمتا اور شریک نہ بناؤ اور حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ تمہارا اور ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف ایک وہی وحدہ لا شریک لہ ہے اور ان انعامات اور انتظامات میں کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں پس ان انعامات کے شکر میں خاص اسی کی عبادت کرو اور کسی دوسرے کو شریک نہ کرو یعنی یہ سارا عالم بمنزلہ ایک مکان کے ہے آسمان اس کی چھت ہے اور زمین اس کا فرش ہے اور شمس قمر اور نجوم و کواکب اس کے گھر کے شمع اور چراغ ہیں قسم قسم کے پھل اور الوان نعمت اس کے دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں عالم کے تمام شجر اور حجر اور تمام چہند اور پرند انسان کی خدمت کیلئے حاضر اور مسخر ہیں۔ اور یہ مکان اس کے رہنے کیلئے ہے پس جس خدا نے یہ تمام نعمتیں پیدا کیں وہی قابل پرستش ہے جب ان نعمتوں کے پیدا کرنے میں اس کا کوئی شریک اور سہیم نہیں تو اس کی عبادت



اور بندگی میں دوسروں کو کیوں شریک کرتے ہو۔

ابو بکر دومہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نمانی بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہری

خلاصہ کلام یہ کہ جو باران رحمت آسمان سے برس رہی ہے وہ بندہ کی زندگی اور حیات ہے اور رزق اس کی غذا ہے عاقل اور دانا کا کام یہ ہے کہ باران رحمت کو نعمت عظمیٰ سمجھے نہ یہ کہ اس سے بھاگے اسی طرح اہل ایمان اور اہل اخلاص کو چاہئے کہ ہدایت خداوندی کی جو بارش آسمان سے ہو رہی ہے اس کو اپنی روحانی زندگی کا آب حیات سمجھیں منافقوں کی طرح نہ اس سے بھاگیں اور نہ کانوں میں انگلیاں دیں۔ مسند احمد بن حنبل میں باسناد حسن حارث اشعری سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کے متعلق حکم فرمایا کہ ان پر خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم کریں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کو حکم کرنے میں کچھ تاخیر ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحییٰ ان احکام کا یا تو خود آپ بنی اسرائیل کو جلد حکم کریں یا مجھ کو اجازت دیں کہ میں بنی اسرائیل کو ان پر عمل کرنے کا حکم کروں یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آپ نے سبقت کی تو مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ کوئی عذاب نہ آجائے یحییٰ علیہ السلام نے فوراً ہی بنی اسرائیل کو مسجد اقصیٰ میں جمع فرمایا اور مبنی پر تشریف فرما ہوئے اور یہ کہا کہ اللہ نے مجھ کو پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے کہ خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم کروں پہلی بات یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی نے اپنے خالص مال سے بغیر کسی کی شرکت کے ایک غلام خریدا وہ غلام دن میں جو کچھ کماتا ہے وہ بجائے آقا کے کسی اور کو دے دیتا ہے کیا کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو، حاشا ہرگز نہیں۔ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہی تمہارا خالق اور رازق اور مالک ہے پس اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو (بقیہ حدیث کیلئے تفسیر ابن کثیر کی طرف رجوع کریں)

(معارف القرآن للشیخ کا ندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

### درس حدیث

بڑے سے بڑا عمل بھی اگر اخلاص اور اللہیت سے خالی ہوگا تو وہ جہنم ہی میں لے جایگا  
ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین شخصوں کے متعلق  
عدالت الہیہ سے جہنم کا فیصلہ سنایا جائیگا سب سے پہلے ایسے شخص کی پیشی ہوگی جو جہاد میں شہید ہوا ہوگا  
وہ جب حاضر عدالت ہوگا تو اللہ تعالیٰ پہلے اس کو اپنی نعمتیں بتائیگا اور یاد دلائیگا وہ اس کو یاد جائیں گی  
پھر اس سے فرمایا جائیگا بتلا! تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ اور کیا عمل کئے وہ عرض کریگا خداوند!  
میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیری رضا طلبی میں جان عزیز تک قربان کر دی حق تعالیٰ فرمائے گا تو  
جھوٹ بولتا ہے تو نے تو صرف اس لیے جہاد کیا تھا کہ تو بہادر مشہور ہو تو دنیا میں تیری بہادری کا چہ چا  
ہو چکا پھر اللہ کے حکم سے اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا اسی طرح ایک عالم دین اور عالم  
قرآن حاضر عدالت کیا جائیگا اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تو نے کیا اعمال کئے وہ کہے گا کہ  
میں نے تیرے دین اور تیری کتاب کے علم کو پڑھا اور پڑھایا اور یہ سب تیری رضا کیلئے کیا حق تعالیٰ  
فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو عالم قاری اور مولانا کہلانے کیلئے یہ کچھ کیا تھا پھر بحکم خداوندی اس کو بھی  
دوزخ میں ڈال دیا جائے گا پھر اس کے بعد ایک شخص پیش ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ مال  
و دولت دیا ہوگا اس سے بھی سوال کیا جائے گا کہ تو نے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ خداوند! میں نے  
خیر کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں تیری رضا جوئی کیلئے اپنا مال نہ خرچ کیا ہو حق تعالیٰ فرمائے گا  
کہ تو جھوٹا ہے تو نے تو صرف اس لئے مال خرچ کیا تھا کہ دنیا تم کو بخنی کہے تو دنیا میں تیری سخاوت کا  
خوب چہ چا ہولیا پھر اس کو بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا (مسلم) اللہ پناہ میں رکھے نیتوں  
کے فساد بالخصوص ریا و نفاق سے، آمین۔ الغرض اللہ کے ہاں وہی عمل کام آئے گا جو صالح نیت سے  
یعنی محض رضائے الہی کیلئے کیا گیا ہو دین کی خاص اصطلاح میں اسی کا نام اخلاص ہے۔

قرآن مجید میں مخلصوں اور غیر مخلصوں کی ایک مثال

قرآن پاک کی ذیل کی دو آیتوں میں صدقات و خیرات کرنے والے دو قسم کے آدمیوں کا



ذکر کیا گیا ہے ایک وہ لوگ جو مثلاً دنیا کے دکھاوے کیلئے اپنا مال مصارفِ خیر میں صرف کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو محض اللہ کی رضا جوئی کی نیت سے غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی مدد کرتے ہیں ان دونوں گروہوں کے ظاہری عمل میں قطعی یک رنگی ہے اور ظاہر ہے کہ آنکھ ان کے درمیان کسی فرق کا حکم نہیں کر سکتی لیکن قرآن پاک بتلاتا ہے کہ چونکہ ان کی نیتیں مختلف ہیں اس لیے دونوں کے عمل کے نتیجے بھی مختلف ہیں ایک کا عمل سراسر برکت ہے اور دوسرے کا بالکل اکارت۔

كَالَّذِي يَنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تَرَابٌ فَاصْبَاهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کیلئے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور یومِ آخر پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے پتھر کی ایک چٹان ہو جس پر کچھ مٹی آگئی ہو (اور اس پر کچھ بذرہ جم آئے) اور پھر اس پر زوروں کی بارش گرے جو اس کو بالکل صاف کر دے تو ایسے ریا کار لوگ اپنی کمائی کا کچھ بھی پھل نہ لے سکیں گے اور ان منکر لوگوں کو اللہ اپنی ہدایت اور اس کے پیٹھے پھل سے محروم ہی رکھے گا۔ وَمِثْلَ الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَاتَتْ أَكْطُفَهَا ضَعْفِينَ (نساء رکوع ۱۸) اور ان لوگوں کی مثال جو محض اللہ کی رضا جوئے کیلئے اور اپنے نفسوں کو ایثار و انفاق اور راہِ خدا میں قربانی کا خوگر بنانے کیلئے اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس پھولنے پھلنے والے باغ کی سی ہے جو ٹیکری پر واقع ہو اس پر جب زوروں کی بارش ہو تو دو گنا چو گنا پھل لائے تو اگرچہ ان دونوں نے بظاہر یکساں طور پر اپنا مال غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں پر خرچ کیا مگر چونکہ ایک کی نیت محض دکھاوے کی تھی اس لئے لوگوں کے دیکھ لینے یا زیادہ سے زیادہ ان کی وقتی داد و تحسین کے سوا اس کو کچھ حاصل نہ ہوا کیونکہ اس کی غرض اس انفاق سے اس کے سوا کچھ اور تھی ہی نہیں لیکن دوسرے نے چونکہ اس ایثار و انفاق سے صرف اللہ کی رضا مندی اور اس کا فضل و کرم چاہا تھا اس لیے اللہ نے اس کو اس کی نیت کے مطابق پھل دیا۔ بس یہی وہ سنت اللہ اور قانون خداوندی ہے جس کا اعلان رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۵۵)

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

## ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع و ترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

○ فرمایا بعض صوفیہ کا قول مشہور ہے کہ جنان میں ایک ایسی جنت ہے جس میں نہ حور ہیں نہ قصور ہیں صرف اس میں رب ارسی رب ارسی ہے اور یہ قول صحیح نہیں اگر کشف ہے تب بھی غلط ہے کیونکہ نصوص کے خلاف ہے وہاں تعب نہیں جو اس قول سے لازم آتا ہے غالباً منشا اس قول کا یہ اشتباہ ہوا ہے کہ جس طرح دنیا میں وصول کامل نہیں ہوتا وہاں بھی نہ ہوگا اور اس کیلئے اشتیاق لازم ہے مگر اس شخص نے اس فرق کو نہیں سمجھا کہ دنیا میں تو جس درجہ کی استعداد ہوتی ہے اس درجہ کا بھی وصول نہیں ہوتا اس لئے تعب ہوتا ہے اور وہاں یہ نہ ہوگا بلکہ جس درجہ کی استعداد ہوگی اسی درجہ کا وصول ہو کر سوزش اور مشکلی نہ رہے گی کو وصول تام نہ ہو۔

○ فرمایا احقر نے عرض کیا کہ جنت میں حق تعالیٰ کی عظمت سے خشیت تو نہ پیدا ہوگی فرمایا خشیت لوازم عظمت سے نہیں ورنہ خود حق تعالیٰ کو اپنی عظمت کا علم ایسا ہے جو کسی کو بھی نہیں حالانکہ وہاں خشیت نہیں (ما شاء اللہ کیسی عمدہ تنویر سے اس مسئلہ کو روشن فرمایا) اور اصل راز یہ ہے کہ خشیت میں احتمال ضرر لازم ہے اور جنت میں یہ احتمال نہ ہوگا۔

○ فرمایا جس شخص کا دماغ درست نہ ہو اس سے ہدیہ لینا درست نہیں کیونکہ مجنون کے تصرفات صحیح نہیں۔

○ فرمایا ایک ولایتی مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ضلع پشاور میں کا کا صاحب کی قبر کے گرد اگر دوہاں کے سجادہ نشین وغیرہ بغرض استفادہ وغیرہ بیٹھ جاتے ہیں فرمایا یہ فیض معتد بہ نہیں اگر یہ کافی شے ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے گرد اگر دو لوگ بیٹھ جایا کرتے کسی اور سے کوئی کچھ فیض حاصل نہ کرتا نہ ضرورت ہوتی۔

○ فرمایا ایک بزرگ نے دوسرے سے پوچھا کہ آج کل کس شغل میں ہو اس نے کہا مقام



تو کل کی تصحیح کرتا ہوں کہا اب تک پیٹ ہی کے دھندے میں لگے ہو پہلے تو اسباب کے ذریعہ سے اس میں مشغول تھے اب ترک اسباب سے پیٹ کے انتظام میں ہو عشق کا شغل کب کرو گے۔

O فرمایا نقشبندیہ کے ہاں یہ تعلیم بھی ضروری ہے کہ شیخ ظاہری تجل و وقار سے رہے کو یا شاہی سامان میں رہے نیت اس میں بھی بہتر ہے تا کہ مریدین کی نظر میں عظمت ہو اور اس عظمت سے اس کو فائدہ ہوتا ہے مگر چشتیہ کے ہاں اس کا کچھ خیال نہیں بلکہ وہاں تو جلنا اور مرنا ہی ہے ان کے ہاں ظاہری شان کچھ نہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اصل وقار افادہ سے پیدا ہوتا ہے جب مستفیدین کو فائدہ ہوگا تو وقار خود بخود پیدا ہوگا اور اگر ان کو فائدہ ہی کچھ نہیں پہنچتا تو ظاہری وقار سے کیا ہوگا چشتیہ کے ہاں بے سامانی ہی سے وقار ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بعض اشیاء مؤثر بالکیفیت ہوتی ہیں اور بعض مؤثر بالخاصہ ہوتی ہیں وقار ظاہری تو مؤثر بالکیفیت ہے اور ترک وقار مؤثر بالخاصہ ہے بعض چشتیہ پر جن کی قلندرانہ شان ہے (ان کی تعریف عنقریب آتی ہے)

ایک شبہ یہ بھی وارد ہوا کرتا ہے کہ ان کے ہاں اعمال کم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال دو قسم ہیں ایک ظاہری مثل تلاوت اور نوافل وغیرہ اور ایک باطنی مثل ذکر قلبی اور فکر اور انعماء الہی کا استحضار وغیرہ تو یہ اعمال قلندروں میں بہت ہیں بلکہ کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا کہ وہ عمل میں نہ ہوں تو اس طرح کے اعمال ان کے یہاں بہت ہیں البتہ چشتیہ عموماً بدنام ہیں وہ بھی زیادہ تو صرف سماع کی بدولت مگر ان کے طریق میں داخل نہیں جو اعتراض کیا جاوے بعض نے غلبہ حال میں اور بعض نے بعض مصالح کے سبب خاص قیود کے ساتھ سنا ہے مگر اب تو دو کا انداز غلو بہت کرتے ہیں۔

ایک صاحبزادہ صاحب نے سماع گنگوہ میں اہل سماع مشائخ کی دعوت کی جب جمع ہو گئے تو ایک عجیب سوال کیا حضرات مجھ کو سماع کی نسبت کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ کیا کسی اہل طریق نے کسی باطنی کیفیت کے حاصل کرنے کی غرض سے کسی مرید کو کبھی سماع کی تلقین بھی کی ہے جس طرح افکار و اشغال کی تلقین کرتے تھے جواب ظاہر ہے کہ کبھی کسی نے کسی کیفیت محمودہ کے حاصل کرنے کیلئے یہ تجویز نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ داخل طریق نہیں ہے اور اپنی ذات میں کوئی مفید طریق نہیں ہے۔

فقہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

## اصلاحی مکاتیب

سالمین کے خطوط اور حضرت فقہ العصر رحمہ اللہ کے جوابات

حال: بعض وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی عبادت اور عمل کا کیا فائدہ۔

ارشاد: بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

حال: بندہ راولپنڈی کا رہنے والا ہے اور لریاض میں آجکل بتوفیقہ تعالیٰ انگریزی پڑھا رہا ہے۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ اس کو باعث خیر بنائیں آمین۔

حال: بندہ کو یہ فکر رہتا ہے کہ معلوم نہیں مرتے وقت اور مرنے کے بعد بندہ کا کیا حشر ہوگا

دائمی عذاب سے بہت ڈر لگتا ہے بعض دوستوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہئے جب تک معاملہ طے نہ ہو جائے کیسے اطمینان ہو۔

ارشاد: جس کو یہ فکر لاحق ہو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ حسن خاتمہ اور حشر میں سہولت و یسر

کا معاملہ ہوگا اور دائمی عذاب تو کیا عارضی سے بھی محفوظ رکھا جائے گا بلکہ حسب ارشاد ربانی وللمن

خاف مقام ربہ جنتن واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الهوی اس

کو جنت کی نعمتوں سے مالا مال اور سر فراز کیا جائے گا فروع وریحان و جنة نعیم سے نوازا

جائے گا ان بشارتوں کے ہوتے ہوئے فکر کی کیا وجہ ہے یہی عدم اطمینان اور خوف کلید سعادت

اور ابدی نجات کا سرمایہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ مگر اس کے ساتھ امید بھی ہو الايمان بين الخوف

والرجاء ارشاد سامنے رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اعتدال پیدا ہو جائے گا جو کہ مطلوب ہے یہ دنیا

خوف و رجاء کا مقام ہے اطمینان کی جگہ دارالقرار ہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں نصیب ہوگا۔

حال: بندہ کے داماد نے شادی سے پہلے علم دین حاصل کرنے کا خیال ظاہر کیا تھا بندہ خوش تھا

کہ وہ عالم دین بن جائیں گے لیکن شادی کے بعد انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا اب وہ نہ دنیاوی

علم پڑھنے پر راضی ہیں اور نہ کسب علم دین پر۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عوجاج کی

تقویم فرمائیں آمین۔

ارشاد: ثم آمین، مناسب ترغیب و تدبیر کے ساتھ کل میسر لما خلق له پر بھی نظر دینی چاہئے اس مراقبہ سے زیادہ کڑھن کا علاج مقصود ہے ہر امر میں اعتدال مطلوب ہے و كذلك جعلناكم امة وسطا، اللهم وفقنا لما تحب وترضى ويسر لنا امور الدنيا والاخرة۔  
حال: اللہ تعالیٰ آپ کا بרכת سایہ امت مسلمہ پر ہمیشہ ہمہ فیوض و برکات قائم و دائم رکھے آمین۔  
ارشاد: آپ حضرات کا یہ حسن ظن ہے:

يظنّ الناس بي خيرا و اني لشرّ الناس ان لم يعف عني  
حال: کبھی کبھی بندہ کو والعیاذ باللہ وسوسہ آتا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ عالم فنا ہو جائے اور اس کے بعد کچھ بھی نہ بچے پھر یہ آیت یاد کر کے بہت شرم آتی ہے افی الله شك فاطر السموات والارض۔  
ارشاد: وهو الذي يبدء الخلق ثم يعيده وهو اهون عليه کا بار بار تکرار اور دل پر جمانا مفید ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حال: اگرچہ بندہ وسوس کی طرف التفات نہیں کرتا پھر بھی یہ حالت کفر سے مشابہ ہے هو الذي خلقكم من طين ثم قضى اجلا واجل مسمى عنده ثم انتم تموتون۔  
ارشاد: ہرگز نہیں کافر کو معاد کا وسوسہ آ ہی نہیں سکتا وہ تو جزا منکر ہوتا ہے ان نظن الا ظنا وما نحن بمستيقنين آپ کو یقین ہے معاد کا جانب مخالف کا صرف وسوسہ ہے و ذلك صريح الايمان كما قال النبي ﷺ كما في باب في وسوسة في المشكوة عن مسلم،  
حال: یہ اور بات ہے کہ حالت فنا بھی بری نہیں۔

ارشاد: مگر نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اس لئے مردود ہے اور نعماء جنت سے محرومی بھی ہے۔  
حال: زیادہ خوف تو دائمی عذاب اور حساب و کتاب کا ہے۔

ارشاد: بے شک اس سے نجات کی تدابیر عمل میں لا کر فضل باری پر تکیہ ہونا چاہئے۔

حال: کبر حد سے زیادہ ہے۔

ارشاد: مرض کا احساس بھی ایک درجہ علاج ہے۔



فقہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

تحقیق الجمعة فی القرى

## گاؤں میں جمعہ کا شرعی حکم

(قسط ۲)

بنی سالم اور حرۃ البیت میں نماز جمعہ کا پڑھنا

یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ ہجرت کے وقت مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ نے بنی سالم میں نماز جمعہ ادا فرمائی تھی اور اس سے بعض علماء نے گاؤں میں جمعہ کا جواز ثابت کرنا چاہا ہے تو اس کے بارہ میں اول تو یہ عرض ہے کہ قباء کے قیام کے متعلق یہ روایت صحیح بخاری کی روایت کے خلاف ہے بخاری شریف میں ہے کہ: آپ ﷺ پیر کے روز قباء میں تشریف لائے چودہ دن وہاں قیام فرمایا (ج ۱ ص ۵۶۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ پیر کے روز ہی آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں تو پھر راستہ میں بنی سالم میں جمعہ پڑھنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس لئے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اور اگر کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ پہلا جمعہ آپ ﷺ نے بنی سالم میں پڑھا ہے تو بنو سالم محلہ مدینہ طیبہ کا تھا اور فناء مدینہ میں واقع تھا جیسا کہ حرۃ البیت بھی فناء مدینہ میں خارج مدینہ واقع تھا اس لئے یہ روایت گاؤں میں جواز جمعہ کی دلیل نہیں بن سکتی اور بمقابلہ ان روایات کے جو اوپر گزر چکی ہیں کچھ معتبر بھی نہیں ہے، اسی طرح حرۃ البیت میں جمعہ ہونے سے گاؤں میں جمعہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی فناء مدینہ میں واقع تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اپنے قصر میں جمعہ پڑھنا

بخاری شریف کے باب من ابن توتی الجمعة و علی من تجب میں ہے:

وکان انس فی قصره احيانا يجمع و احيانا لا يجمع و هو بالزاوية

علی فرسخین (ج ۱ ص ۱۲۳)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت انسہ کمان یشہد الجمعة من الزاوية سے دوسرے احتمال کو رائج قرار دیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جامع مسجد بصرہ میں جمعہ ادا کرنے کیلئے جایا کرتے تھے (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۸) تو اس اثر انس رضی اللہ عنہ کا رائج مطلب یہ ہوا کہ جمعہ کے ادا کرنے کیلئے حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمیشہ جامع مسجد بصرہ میں جو وہاں سے دو فرسخ تھی تشریف نہیں لے جایا کرتے تھے بلکہ کبھی تشریف لے جاتے تھے اور کبھی تشریف نہیں لے جاتے تھے اس رائج مطلب پر اس اثر انس رضی اللہ عنہ سے گاؤں میں جواز جمعہ کا شبہ باقی نہیں رہتا علاوہ اس کے ترجمۃ الباب کے لفظ من ابن توتی الجمعة سے مطابقت اسی صورت میں ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی جائے سکونت سے کچھ مسافت طے کر کے نماز جمعہ کیلئے جاتے ہوں جیسا کہ اہل عوالی باری باری جمعہ کیلئے مدینہ طیبہ میں آیا کرتے تھے، چنانچہ اسی باب کے تحت امام بخاری نے کان الناس يتناولون الجمعة من منازلهم والعوالی کو روایت فرما کر ترجمۃ باب پر استدلال کیا ہے اور اگر حضرت انس رضی اللہ عنہ بغیر قطع مسافت کے اپنے قصر ہی میں نماز جمعہ ادا فرما لیتے ہوں جیسا کہ بعض لوگوں کو یہ سمجھ کر گاؤں میں جواز جمعہ کا شبہ ہو گیا تو پھر باب ”من ابن توتی الجمعة“ کے ساتھ اس اثر کی مطابقت ظاہر نہیں ہوتی اس مطلب کی تائید ابوالخثری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ : میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو زاویہ سے جمعہ میں تشریف لاتے دیکھا (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)

اس سب سے قطع نظر اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا تو پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کبھی جمعہ ادا کرتے اور کبھی نہ کرتے؟ کیا یہ بات ممکن تھی کہ آپ کبھی فرض کو ترک فرما دیتے؟ اس لئے زیر بحث روایت کا رائج مطلب یہی ہے کہ کبھی آپ جمعہ کیلئے بصرہ تشریف لے جاتے اور کبھی تشریف نہ لے جاتے کیونکہ گاؤں کے رہنے والوں پر کسی شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اہل عوالی کا یہی تعامل رہا ہے کہ وہ نوبت بہ نوبت جمعہ کیلئے مدینہ طیبہ میں آتے تھے

ہر شخص ہر جمعہ میں مدینہ طیبہ نہیں آتا تھا اور اسی باب کے نیچے حضرت عطاء کے ارشاد اُذا كنت في قرية جماعة "میں قریہ کے ساتھ جامعہ کی قید کا ہونا بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ چھوٹے قریہ غیر جامعہ یعنی چھوٹے گاؤں کے رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے ورنہ قریہ کے ساتھ جامعہ کی قید لغو و بے فائدہ ہو جائے گی۔

### قریہ جامعہ کی تعریف

حافظ ابن حجر نے اس اثر میں بروایہ عبد الرزاق عن ابن جریج یہ زیادتی نقل فرمائی ہے کہ: قلت لعطاء ما القرية الجماعة قال ذات الجماعة والامير والقاضي والدور المجتمع الاخذ بعضها ببعض مثل جدة (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸۸) اس سے قریہ جامع کی وہی تعریف ثابت ہوتی ہے جو احناف کے نزدیک معتبر اور مشہور ہے اور حنفی فقہ کی معتبر اور متداول کتابوں میں مصرح اور موجود ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مشہور "بہشتی زیور" میں نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ لکھی ہے کہ: وہ جگہ مصر یعنی شہر یا قصبہ ہو پس گاؤں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں، البتہ جس گاؤں کی آبادی قصبے کے برابر ہو مثلاً تین چار ہزار آدمی آباد ہوں وہاں جمعہ درست ہے (بہشتی زیور حصہ ۱ ص ۷۸)

امداد الاحکام ص ۶۶۳ ج ۱ میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصل یہ ہے کہ گاؤں میں جمعہ صحیح نہیں اور شہر و قصبہ میں صحیح ہے قصبہ کی تعریف ہمارے عرف میں یہ ہے کہ جہاں آبادی چار ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ ہو اور ایسا بازار ہو جس میں دکانیں چالیس پچاس متصل ہوں اور بازار روزانہ لگتا ہو اور اس بازار میں ضروریات روزمرہ کی ملتی ہوں مثلاً جوتے کی دکان بھی ہو اور کپڑے کی بھی، عطار کی بھی، غلہ کی بھی اور دودھ، گھی کی بھی اور وہاں ڈاکٹر حکیم بھی ہوں، معمار و مستری بھی ہوں وغیرہ اور وہاں ڈاکخانہ بھی ہو اور پولیس کا تھانہ یا چوکی بھی ہو اور اس میں مختلف محلے مختلف ناموں سے موسوم ہوں پس جس بستی میں یہ شرائط موجود ہوں گے وہاں جمعہ صحیح ہوگا ورنہ صحیح نہ ہوگا۔ شامی ج ۱ ص ۸۳۵ میں ہے: عن ابی حنیفۃ انه



بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال بقدر على انصاف  
المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع  
من الحوادث وهذا هو الاصح ١ هـ۔

### احتیاطی ظہر منع ہے

اگر شرائط صحت جمعہ موجود ہیں تب تو ظہر احتیاطی کی ضرورت نہیں اور اگر شرائط صحت  
موجود نہیں تو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ظہر ہی پڑھنا جماعت کے ساتھ واجب ہے اس لیے ظہر احتیاطی  
سے ہر حال میں منع کیا جائے (امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۳۳)

نماز ظہر ہر جگہ چھوٹے بڑے گاؤں میں ہر بالغ مرد و عورت پر فرض ہے مگر جمعہ کے جائز  
ہونے کیلئے کچھ شرطیں ہیں ان میں ایک شرط شہر کا ہونا ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اس لیے جس  
جگہ کے شہر ہونے کا یقین نہ ہو وہاں جمعہ نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ شک سے کسی چیز کے ثبوت کا حکم  
نہیں لگایا جاسکتا اور وہاں ظہر کی نماز فرض ہونا یقینی ہے اور جمعہ کے ہونے میں شک ہے تو شک کی  
صورت میں یقینی فرض ظہر کو چھوڑنا کیسے جائز ہوگا؟ جب تک صحت جمعہ کا یقین نہ ہو جائے اس  
وقت تک وہاں جمعہ نہ پڑھا جائے، صرف ظہر پڑھنی چاہیے۔ اور جمعہ اور ظہر کو جمع کرنا بھی صحیح نہیں  
ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ظہر اصل اور شرائط کے ساتھ جمعہ اس کا بدل اور قائم مقام ہے اور  
بدل اور مبدل منہ کو جمع کرنا درست نہیں۔

### جیل میں نماز جمعہ کا حکم

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے اذن عام (عام اجازت) بھی ہے اور جیل  
میں اذن عام نہیں ہے لہذا جمعہ صحیح نہ ہوگا اس کی کافی تحقیق ”التحریر المختار“ وغیرہ کے  
حوالہ سے امداد الاحکام ج ۱ ص ۶۶۶ میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حسب قواعد شرعیہ جیل میں اجازت عامہ نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز واجب  
نہیں (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱ ص ۳۰۸)

مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث و صدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی) فرماتے ہیں:

جمعہ قائم کرنا اسلامی شعار ہے اس کو اعلان اور شہرت کے ساتھ قائم کرنا چاہئے.....  
اسی بناء پر جیل خانہ میں بھی جمعہ جائز نہیں (نور الاصابح ترجمہ نور الایضاح)  
نیز ارقام فرماتے ہیں: جیل خانہ میں قیدیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہوتی اور اگر پڑھیں تو جیل خانہ میں نماز جمعہ صحیح بھی نہ ہوگی (حاشیہ)  
حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الجواب: جب اذن عام ہے تو درست ہے ورنہ باہر نکل کر میدان میں پڑھ لیں (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۱۱)  
ایک اشکال اور اس کا جواب

شامی سے معلوم ہوا ہے کہ اذن عام کی شرط اس جگہ ہے جس جگہ صرف ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو جیسا کہ عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے:

قلت وينبغي ان يكون محل النزاع اذا كانت لاتقام الا في محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا يتحقق التفويت كما افاده التعليل۔  
لیکن اس کے حاشیہ التحریر المختار میں قول مذکور پر لکھتے ہیں:

لا يلزم من انتفاء العلة انتفاء المعلول فالحق ابقاء الكلام على عمومہ وان انتفت هذه العلة التي ذكرها لا حتمال علة اخر من اقتضت العموم على ان ما تقدم من البدائع من التعليل يقتضي عموم الحكم وقد قالوا لا يلزم من بطلان الدليل المعين بطلان المدلول (ص ۱۱۲ ج ۱)

نیز بحر الرائق (ص ۱۵۱ ج ۲) میں ہے: فلو امر انسانا بجمع بهم في الجامع وهو في مسجد آخر جاز لاهل الجامع دون اهل المسجد الا اذا علم الناس بذلك اه۔

اس سے بھی ظاہر ایسی معلوم ہوا کہ بدون اذن عام کسی حال میں جمعہ صحیح نہیں پس جیل خانہ میں جمعہ نہ پڑھنا چاہئے (امداد الاحکام ص ۲۶۶ ج ۱)

بدائع الصنائع میں ہے: وذكر في النوادر شرطاً آخر لم يذكره في ظاهر الرواية وهو اداء الجمعة بطريق الاشتهار حتى ان اميرالو جمع جيشه في الحصن واغلق الابواب وصلى بهم الجمعة لا تجزئهم كذا ذكر في النوادر فانه قال السلطان اذا صلى في فهندرة والقوم مع امراء السلطان في المسجد الجامع قال ان فتح باب داره واذن للعامة فالدخول في فهندرة جاز وتكون الصلوة في موضعين ولو لم ياذن للعامة وصلى مع جيشه لا تجوز صلوة السلطان الخ (ص ۲۶۹ ج ۱)

بدائع الصنائع کی عبارت میں وتكون الصلوة في موضعين کی تصریح ہے اور بحر الرائق کی عبارت میں بھی جمعہ کے جائز ہونے کیلئے اذن عام کی شرط کی تصریح ہے اور تعدد جمعہ کے باوجود اذن عام کی شرط لگائی گئی ہے، ان تصریحات کے ہوتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ کی یہ تو جیہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ دوسری جگہ یا دوسری مسجد میں جمعہ نہ ہونا ہو تو اذن عام شرط ہے ورنہ شرط نہیں کیونکہ اذن عام کی شرط علی الاطلاق ہے کما حققہ سیدی والدی العلام فی امداد الاحکام ادخلہ اللہ دار السلام (ج ۱) کسی نے بھی یہ قید نہیں لگائی بغیر قید کے سب اذن عام کی شرط لگا رہے ہیں اور دوسری جگہ جمعہ ہوتے ہوئے بھی اذن عام کی شرط کی تصریح موجود ہے۔

اب رہا ہے یہ کہ یہ شرط نوادر میں ذکر کی گئی ہے ظاہر الروایہ میں اس کا ذکر نہیں ہے تو اول تو جب ارباب متون اور کتب فتاویٰ نے اس کو قبول کر لیا اور علماء اعلام اس کے موافق فتاویٰ دے رہے ہیں تو اب اس کے خلاف فتویٰ کیسے صحیح ہوگا؟ خصوصاً جبکہ اصحاب متون نے بھی اس کو ذکر کیا ہے کما ذکرہ العلامة عبدالحی الکنوی رحمہ اللہ فی عمدة الرعاية فقال وانما هو مذکور فی النوادر ومشی علیہ اصحاب المتون۔



اور ظاہر ہے کہ متون ظاہر مذہب کی نقل کیلئے موضوع ہیں الا دل علیہ دلیل علی خلافہ پھر علامہ شامی رحمہ اللہ بھی اس شرط کو قبول کر رہے ہیں وہ اس کو نوادر میں ہونے کی وجہ سے رد نہیں کر رہے ورنہ عدم تعدد کی صورت میں بھی اس کو قبول نہ کرتے معلوم ہوا کہ وہ اس شرط کو قبول کرتے ہوئے اس میں صرف عدم تعدد کی ایک قید لگا رہے ہیں تو اصل شرط اذن عام میں تو وہ بھی سب کے ساتھ ہیں صرف ایک قید میں ان کا تفرد ہے جس کو صاحب التحریر المختار نے رد کر دیا ہے کما مر عن امداد الاحکام، لہذا یہ قید قابل لحاظ نہیں ہے لہذا بحث منہ فلا یعول علیہ ففکر فیہ فاذہ من منزلة الاقدام ومطارح الاقلام من العلماء الکرام والفقہاء العظام۔

وقد زل قلم صاحب "التسهيل الضروري" حفظہ اللہ تعالیٰ حیث قال "لکن یستشکل اداءہا فی المعسکرات حیث یؤذن لاہلہا لاقامة الجمعة مع ان غیرہم ممنوعون من الدخول فیہا فالاذن العام مفقود ہناک وقد حل هذا المشکل من متأخري الفقهاء العلامة ابن عابدين حیث قال فی آخر البحث "وینبغي ان یكون محل النزاع ما اذا كانت لاتقام الا فی محل واحد الخ۔ واعتمد علی قول العلامة الشامی رحمہ اللہ الذی مر ذکرہ ولم یُنظر الی ما قال صاحب التحریر المختار علی قوله المذكور ولا الی قول البدائع والبحر الرائق المذكور والالم یقل ما قال ولم یعتمد علی ما اعتمد علیہ وما قال ینبغي ان یفتی بصحة اداء جمعہم لما ان الاذن العام لم یذكر فی ظاہر الروایة ولان الصلوة تنعقد فی البلاد فی موضع متعددة (التسهيل الضروري ص ۹۲)

وبما ذکرنا لا ینحل الاشکال لان الاذن العام لا یشرط له عدم التعدد بل هو شرط علی الاطلاق کما مر تفصیلاً، فلیحفظ وعدم ذکرہ فی ظاہر الروایة لا یقتضی الافتاء بصحة الجمعة فی المعسکرات (جاری)

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

# احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط ۱۲)

## تین طلاق کی حرمت

الاحتجاج من هذه الآية في تحريم ايقاع الطلاق الثلاث  
ويحتج بقوله: "لا تحرموا طيبات ما احل الله لكم" في تحريم ايقاع  
الطلاق الثلاث لما فيه من تحريم المباح من المرأة۔  
سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸۷ لا تحرموا طيبات ما احل الله لكم کے تحت  
مسئلہ لکھتے ہیں کہ: اس آیت سے تین طلاق کے واقع کرنے کی حرمت پر استدلال ہوتا ہے کیونکہ  
اس میں مباح عورت کو حرام کرنا لازم آ رہا ہے۔

## جنات سے نکاح کا حکم

قوله تعالى: يَمْعُشِرُ الْجِنُّ وَالْإِنْسُ الْمَ يَأْتِكُمْ رَسُولٌ مِنْكُمْ

## مسئلہ نکاح الجن

قال العبد الضعيف: وقول المظهرى: قيل لاجل كونهم مولودين من  
بطن الجنية هل يفيد جواز نكاح بين بنى آدم والجن؟ فقال فى الاشباه عن  
السراجية: لا يجوز المناكحة بين بنى آدم والجن وانسان الماء لاختلاف  
جنس الخ۔ وفى الشامية: ومفاد المفاعلة انه لا يجوز للجنى ان يتزوج  
انسية ايضا وهو مفاد التعليل ايضا۔ قال فى الدر المختار: واجاز الحسن  
البصرى نكاح الجنية بشهود جنية وفى الشامية عن شرح الملتقى عن  
زواهر الجواهر: الاصح انه لا يصح نكاح آدمى جنية كعكسه لاختلاف  
الجنس فكانوا كبقية الحيوانات الخ ويحتمل ان يكون مقابل الاصح قول

الحسن المذكور تأمل وحاصل ما ذکرنا شیخنا العثماني فی هذه المسئلة فی الجزء الثاني من هذا الكتاب: قد تقرر فی ان الاصل فی الايضاح الحرمة فلا یفتی بحل شیء منها الا بدلیل ناهض واللہ اعلم هذا یفید ان المناکحة بین الانس والجن لا یجوز کما مر عن الاشباه وغیره وهو الاصح۔

سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۳۰ بمعشر الجن والانس الم یأتکم رسول منکم کے تحت حضرت مفتی صاحب مسئلہ نکاح الجن سے متعلق اپنی تحقیق پیش فرماتے ہیں:

علامہ مظہری کا قول جنات سے نکاح کے عدم جواز پر دلیل کے طور پر نقل کیا ہے کیونکہ جنات کی نسل جنیہ کے لظن سے پیدا ہوتی ہے، کیا بنی آدم اور جن کا آپس میں نکاح مفید ہو سکتا ہے؟ الاشباہ والنظائر میں فرمایا ہے کہ: بنی آدم اور جن کے مابین نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ جنس مختلف ہے۔ شامیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ: مناکحہ چونکہ باب مفاعلہ سے ہے اس سے یہ فائدہ بھی معلوم ہوا کہ جن کیلئے کسی عورت سے نکاح کرنا بھی جائز نہ ہو، اگرچہ حضرت حسن بصری نے جنیہ کا نکاح جنیہ کی کواہی سے جائز قرار دیا ہے مگر صحیح قول کے مطابق کسی انسان مرد کا نکاح کسی جنیہ سے ناجائز ہے جیسا کہ اس کا عکس ہوتا ہے کیونکہ اس میں جنس کا اختلاف ہے لہذا یہ دیگر حیوانات کی طرح ناجائز ہو گیا۔

حضرت مفتی صاحب اپنے شیخ علامہ ظفر احمد عثمانی کے حوالے سے بھی اس مسئلہ کی تائید فرماتے ہیں کہ: اصل الاصول کے طور پر جن اور انسان کے نکاح کی حرمت کا فتویٰ دیا گیا ہے اس کی حلت کا سوائے دلیل ناقص کے کوئی جواب نہیں۔

طلاق ثلاثہ سے متعلق اہم مسئلہ

قوله تعالى: فطلقوهن لعدتهن الرد علی ما وقع فی بعض کتب الفتاوی ان المطلقة الثلاث فی مجلس واحد تحل للضرورة بلا تحلیل وقد وقع فی بعض کتب الفتوی كمجموعة الفتاوی لمولانا عبد الحی الکنوی وكفاية المفتی لمولانا المفتی محمد کفایت اللہ ان



المطلقة الثلاث في مجلس واحد لا يحل ان يتزوجها بلا تحليل شرعي ويقع الثلاث عليها عند الحنفية ولكن اذا ثبتت الضرورة واشتدت الحاجة واحتمل المفاسد عن فراقها فلا مضائق في تقليد اى امام كان ونظيره مسألة نكاح زوجة المفقود وعدة ممتد الطهر ففيهما العمل على قول مالك صحيح للحنفية للضرورة كما ذكر مفصلا في رد المحتار ولكن الاولى ان يستفتى عالما شافعيًا فيعمل على فتواه ولكن صدرت في هذا المقام من مولانا المذكور اللكنوي زلة عظيمة مصادمة للنص والاجماع وقدم مفصلا ان هذه المسئلة ثابتة بالكتاب والسنة واجماع الامة واتفق على وقوع الثلاث الائمة الاربعة وجمهور السلف والخلف كما حقق في شرح مسلم للنووي وفتح الباري لابن حجر العسقلاني ورد التوحد لحكيم الامة التهانوي وقد مضى تلخيصه وعمدة القاري ولذا لو حكم حاكم بان الثلاث بفهم واحد واحدة لم ينفذ حكمه فكيف ينفذ حكم عالم شافعي والحال ان نسبة هذا القول الى الامام الشافعي غلط قط لانه لا يسوغ الاجتهاد فيه لفوات شرطه من عدم مخالفة الكتاب والاجماع ولا يصح قياس هذه المسئلة على مسئلة المفقود لان فيها حرج لامرأة المفقود ولا سبيل لها بغير اختيار مذهب الغير ولا كذلك ههنا بل لها ان تتزوج بغير زوجها على ان في مسئلة المفقود كان مذهبها لامام من ائمة المسلمين فجاز العمل عليه للضرورة وفي مسئلتنا هذه ليس مذهبها لامام من ائمة المسلمين سوى الوقوع ثلاثا وعدم الحل بالاتزوج بزواج اخر فهذه الفتوى غلط ولا يجوز العمل عليه قط ملخصا في امداد الحکام -

سورة الطلاق کی آیت نمبر ۱ فطلقوهن لعدتهن کے تحت ایک مسئلہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں جس کا عنوان یہ ہے: ”ایک مجلس میں تین طلاق دی گئی عورت کا ضرورت کی وجہ سے

بلا تحلیل حلال ہونے کے قول کا رد۔

بعض کتب فتاویٰ جیسے مولانا عبدالحی لکھنوی نے مجموعۃ الفتاویٰ اور مولانا مفتی کفایت اللہ نے کفایۃ المفتی میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک مجلس کی مطلقہ ثلاث بلا تحلیل شرعی حلال نہیں ہے اور حنفیہ کے نزدیک اس پر تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، لیکن جب کوئی ضرورت متحقق ہو جائے اور حاجت شدید ہو جائے اور اس کی جدائی سے مفاسد کا احتمال ہو تو پھر کسی بھی امام کی تقلید میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس کی نظیر زوجہ مفقودہ کے نکاح کا مسئلہ اور ممتدة الطہر عورت کی عدت کا مسئلہ ہے، ان دونوں مسئلوں میں حنفیہ کے نزدیک ضرورت کی وجہ سے امام مالک کے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے جیسا کہ رد المحتار میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی شافعی عالم سے فتویٰ لے کر اس کے مطابق عمل کرے۔ حضرت مفتی صاحب نے یہ قول نقل فرما کر اس کا تحقیقی جواب دیا ہے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اس مقام پر مولانا لکھنوی سے بہت بڑا تسامح واقع ہوا ہے جو کہ نص اور اجماع سے متصادم ہے، یہ بات واضح ہے کہ یہ مسئلہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، ائمہ اربعہ اور جمہور علماء متقدمین و متاخرین کا تین طلاق کے وقوع پر اتفاق ہے جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مسلم، علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں تحقیق فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ کرے کہ ایک کلمہ سے تین طلاق ایک ہوتی ہے تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا، تو شافعی عالم کا حکم کیسے نافذ ہو جائے گا اور اس قول کی نسبت امام شافعی کی طرف کرنا بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ اب اس مسئلہ میں اجتہاد نہیں ہو سکتا۔

مفتی صاحب قیاس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اس مسئلہ کا مفقود الخبر والے مسئلہ پر قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ مفقود الخبر کی عورت پر چونکہ ایسا حرج لازم آتا ہے جس کے حل کا مذہب غیر اختیار کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے جبکہ اس مسئلہ طلاق میں ایسا حرج نہیں ہے بلکہ اس عورت کیلئے دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسئلہ مفقود الخبر میں ائمہ مسلمین میں سے کسی امام کا وہ مذہب ہے یعنی موجودہ مفتی بقول کسی نہ کسی امام کا قول ہے لہذا ضرورت کے

وقت اس پر عمل کرنا جائز ہے جبکہ طلاق ثلاثہ کے مذکورہ مسئلہ میں ائمہ مسلمین میں سے کسی بھی امام کا سوائے تین طلاق کے واقع ہونے اور زوج ثانی سے نکاح کے بغیر حلال نہ ہونے کا مذہب نہیں ہے۔ لہذا یہ فتویٰ غلط ہے اس پر قطعاً عمل جائز نہیں ہے۔

ظہار

قوله تعالى: والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير۔ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فإطعام ستين مسكينا۔

مسئله ظہار، ماذا يترتب على الظهار في احكام؟

اذا ظاهر الرجل من امرأته ترتب عليه امران۔ الاول: حرمة اتيان الزوجة حتى يكفر كفارة الظهار لقوله تعالى فتحرير رقبة من قبل ان يتماسا والثاني: وجوب الكفارة بالعود لقوله تعالى والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا وكما يحرم المسيس فانه يحرم كذلك مقدماته من التقبيل والمعانقة وغيرها من وجوه الاستمتاع وهذا مذهب جمهور الفقهاء الحنفية والمالكية والحنابلة وقال الثوري والشافعي في احد قوليه ان المحرم هو الوطى فقط لان المسيس كناية عن الجماع۔

حجة الجمهور (ا) العموم الوارد في الآية من قبل ان يتماسا فانه يشمل جميع وجوه الاستمتاع (ب) مقتضى التشبيه الذي هو سبب الحرمة (كظهر امي) فكما يحرم مباشرة الام والاستمتاع بها بجميع الوجوه فكذلك يحرم الاستمتاع بالزوجة المظاهر منها بجميع الوجوه عملاً بالتشبيه (ج) ولقوله ﴿للمظاهر فلا تقربها حتى تفعل ما امرك الله واذا لم يرد الوطى ودواعيه وطلقها وماتت فيكفيه التوبة وليس عليه الكفارة لا شترائط وجوب الكفارة بالعود۔



سورہ مجادلہ کی آیت نمبر ۱ اور نمبر ۲ کے تحت ظہار سے متعلقہ احکامات بیان فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی عورت سے ظہار کرے تو اس پر دو حکم لاکو ہو جاتے ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مفتحریر رقبة من قبل ان يتماسا کی رو سے کفارہ ظہار ادا کر دینے سے پہلے بیوی کے پاس جانے کی حرمت۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد والذین بظاہرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا کی رو سے رجوع کرنے کی صورت میں کفارہ کا وجوب۔

ظہار میں جیسا کہ جماع حرام ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے مقدمات جیسے بوس و کنار اور معانقہ وغیرہ اور استمتاع کی تمام صورتیں اس میں ممنوع ہیں اور یہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے جن میں حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ شامل ہیں، جبکہ امام شافعی اور ثوری اپنے ایک قول میں فرماتے ہیں حرام فقط جماع ہے کیونکہ من قبل ان يتماسا جماع سے کنایہ ہے۔

جمہور کی دلیل میں تین اہم نکات شامل ہیں:

1۔ آیت میں عموم ہے یعنی من قبل ان يتماسا میں استمتاع کی تمام صورتیں شامل ہیں۔

2۔ ظہار کے الفاظ انت علی کظہر امی ”تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے“ میں تشبیہ کا مقتضی حرمت کا سبب ہے جیسا کہ ماں سے مباشرت کرنا اور تمام صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں استمتاع کرنا حرام ہے ایسے ہی ظہار کرنے والے شخص کا اپنی منکوحہ سے کسی بھی صورت میں استمتاع کرنا حرام ہے تشبیہ کے عمل کا یہی مقتضی ہے۔

3۔ ابو داؤد و نسائی، ترمذی، ابن ماجہ میں ارشاد نبوی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہار کرنے والے شخص کو فرمایا کہ: تو اپنی زوجہ کے قریب نہ جاتی کہ تو وہ عمل کر لے جو اللہ نے تجھے حکم دیا ہے۔

جب وطی اور دواعی وطی نہیں پائے گئے اور اس نے عورت کو طلاق دے دی یا وہ عورت مر گئی تو اس مرد کی طرف سے یہ توبہ کافی ہو گئی اور اب اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ کفارہ رجوع کرنے کی صورت میں واجب تھا۔

(جاری ہے)

مولانا ابوالاحمد نور محمد قادری تونسوی

## جن کی قبروں سے خوشبو مہک رہی ہے

استاذ العلماء شیخ انیسیر والحدیث حضرت اقدس مولانا منظور احمد نعمانی نور اللہ مرقدہ کی وفات کو تقریباً چھ سال کا عرصہ ہونے والا ہے، آپ اپنے شیخ فقیہ وقت حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی رحمہ اللہ اور اپنے محسن حاجی خدا بخش نانچ کے ہمراہ جامعہ انوریہ حبیب آباد طاہر والی ضلع بہاولپور کے صحن میں مدفون اور محو استراحت ہیں۔

ماہ دسمبر کی طوفانی بارشوں کی وجہ سے حضرت نعمانی رحمہ اللہ کی قبر مبارک بیٹھ گئی اور بارش کا پانی کافی مقدار میں قبر کے اندر جمع ہو گیا، چنانچہ حضرت نعمانی رحمہ اللہ کے صاحبزادگان اور دیگر موقع پر موجود علماء اور طلباء نے مل جل کر قبر کی صفائی کی اور پانی نکالا اور موقع پر موجود یہ سب علماء اور طلباء اس واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں کہ حضرت نعمانی رحمہ اللہ کا جسم بالکل محفوظ تھا اور حتیٰ کہ کفن کا کپڑا بھی بوسیدہ تک نہیں ہوا تھا۔ موقع پر موجود تمام علماء اور طلباء نے جی بھر کر حضرت نعمانی رحمہ اللہ کی زیارت کی اور شہادت دی کہ ان کی قبر مبارک کی مٹی اور قبر میں موجود پانی سے عجیب قسم کی خوشبو مہک رہی تھی، حتیٰ کہ فوم کے جن ٹکڑوں سے وہ پانی خشک کیا گیا وہ بھی، خوشبو سے مہک گئے اور یہ خوشبو کئی دن تک زائرین کو محسوس ہوتی رہی۔

بندۂ عاجز اپنے ایک ساتھی ماسٹر عبداللطیف گھلو صاحب کے ہمراہ پانچویں دن جامعہ انوریہ میں پہنچا تو وہاں کے اساتذہ کرام نے یہ ساری تفصیل ہمیں بتائی۔

استاذ العلماء حضرت مولانا قاری اللہ بخش دامت برکاتہم العالیہ نے جب ہمیں یہ واقعہ سنایا تو ان کا یہ عالم تھا کہ وہ حضرت نعمانی رحمہ اللہ کی اس کرامت کو دیکھ کر بے حد مسرور نظر آتے تھے اور دوسری طرف اپنے شیخ کی محبت صادقہ کی وجہ سے ان کی یاد میں غمزہ بھی تھے اور حضرت کی قبر مبارک کا وہ پانی اور وہ فوم جس سے پانی کو نکالا اور خشک کیا گیا تھا ہمیں دکھایا، حقیقت یہ ہے کہ پانچ دن گزر جانے کے بعد بھی ہم نے اس عجیب قسم کی خوشبو کو محسوس کیا یہ تو حضرت نعمانی

رحمہ اللہ کی کرامت ہے جو اہل علاقہ نے ان کی وفات کے بعد دیکھی۔ اس سے پہلے بھی ہمارے اکابر علماء اہل سنت دیوبند بکثرت ایسے گذرے ہیں جن کی قبروں سے جنت کی خوشبو مہکی۔

ماضی قریب میں امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ لال مسجد اسلام آباد والے، حضرت مولانا مفتی غلام قادر رحمہ اللہ خیر پور ٹامیوالی والے، استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ، حضرت مولانا غازی عبدالرشید شہید رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سید عبدالوہاب شاہ رحمہ اللہ احمد پور شرقیہ والے ایسے بزرگ ہیں کہ ان کی قبروں سے خوشبو مہکی جسے ہزار ہا لوگوں نے محسوس کیا حتیٰ کہ بہت سے اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئیں اور یہی چیز ہمارے اکابر کے اہل حق ہونے کی بین دلیل ہے، کیونکہ یہ حضرات جب تک عالم دنیا میں زندہ رہے ان لوگوں نے دین اسلام کی خدمت کی، علم شریعت کو پھیلا یا اور عام کیا شرک و بدعات کے ستونوں کو مسمار کیا تو حید و سنت کا پرچار کیا، کفر اور الحاد کے داعیوں سے انہوں نے ایسا جہاد کیا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا، دینی مدارس کھولے جن سے لاکھوں عالم اور مفتی پیدا ہوئے مساجد میں قرآن مجید کے درس دیئے جو ان گنت لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

الغرض ان نفوس قدسیہ نے شریعت محمدیہ کے ہر شعبہ کی آبیاری کی اور اسے خوب پھیلا یا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی قبور مبارکہ کو جنت کا ایسا باغ بنایا کہ بطور کرامت اس خوشبو کو اہل دنیا کیلئے بھی ظاہر فرما دیا، تاکہ ان کا اہل حق ہونا لوگوں پر واضح ہو جائے۔

چند وضاحتیں

عنوان کے مطابق تو مضمون مکمل ہو چکا ہے، لیکن چند چیزیں وضاحت طلب ہیں جن کو بطور تکملہ یہاں ذکر کرنا ناگزیر ہے، لہذا انہیں بھی مضمون کا حصہ سمجھئے۔

وضاحت (۱) یہ بات ذہن نشین فرمالیجئے کہ ہر مومن متقی کی قبر میں جنت کا دروازہ کھلتا ہے، جس سے جنت کی خوشبو اور ٹھنڈی ہوا آتی رہتی ہے البتہ اس خوشبو وغیرہ کا ظہور کرامت اور خرق عادت ہے ویسے ہر متقی کی قبر میں خوشبو، راحت، ٹھنڈی ہوا وغیرہ ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور ان کا



ظہور کبھی کبھار ہوتا ہے، لہذا ان امور کے ظاہر ہونے کو کرامت اور خرق عادت کہا جائے گا، نہ کہ ان امور کے موجود ہونے کو۔ کیونکہ وہ تو ہر حال میں موجود ہوتے ہیں اور ظہور کبھی کبھار ہوتا ہے۔  
وضاحت (۲) مشکوٰۃ شریف میں عذاب قبر کے سلسلہ میں ایک حدیث بروایت ترمذی و احمد وغیرہ وارد ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں، «وافتحوا له باباً الى الجنة» جس کا مطلب یہ ہے کہ مومن متقی کی قبر میں جنت کا دروازہ کھولا جاتا ہے، جس سے خوشبو اور ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ یہ حدیث اس قسم کے واقعات کی تصدیق کرتی ہے۔

وضاحت (۳) خصوصیت کے ساتھ یہ واقعات علماء دیوبند کی قبور مبارکہ سے اس لئے ظہور پزیر ہو رہے ہیں کہ یہ علماء حق دین اسلام کے خاص خادم ہیں اور تمام باطل پرستوں کو ان لوگوں نے ناکوں چنے چبوائے ہوئے ہیں، تمام باطل پرست فرقے ان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرنے میں دن رات مصروف ہیں اور عوام الناس کو ان سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے گویا ایسے لوگوں کے زہر آلود غلط پروپیگنڈہ کو یوں خاکستر کر دیا کہ ان کی قبروں کو خوشبوؤں سے مہکا کر ان کی حقانیت کو واضح کر دیا۔

وضاحت (۴) عقیدہ عذاب و راحت قبر جو درجنوں آیات اور سینکڑوں احادیث سے ثابت ہے کہ انہی قبروں میں مردہ انسان کے ساتھ ایمان اور اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس کی صحیح صورت یہ ہے کہ روح کا ایک خاص قسم کا تعلق جسد عنصری سے قائم کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مردہ انسان اپنے روح اور جسد کے ساتھ قبر کی جزا و سزا کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن کچھ لوگ عصر ہذا میں اس سچے عقیدے سے منحرف ہو چکے ہیں تو ایسے لوگوں کے عقیدہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اس قسم کے واقعات ظاہر فرما رہے ہیں، تاکہ بدعقیدہ لوگ اپنے عقیدہ سے باز آ کر صحیح عقیدہ کو تسلیم کر لیں۔

وضاحت (۵) جب مومن متقی کے لئے قبر میں سامان راحت ہے تو لازماً کافروں، فاسقوں کے لئے سامان عذاب بھی ہے۔

(بشکریہ بیات)

یاد رفتگان

ضیاء الرحمن جاندھری ملتان

## استاذ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ

(قسط ۱)

خاندان

قصبہ کاندھلہ یو، پی کے ضلع مظفرنگر کا ایک علمی خطہ ہے جہاں بڑے بڑے علماء و صلحاء ولی کامل اور اہل اللہ پیدا ہوئے ہیں حضرت مولانا مفتی الہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ م ۱۲۳۵ھ، حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی ثم مدنی رحمہ اللہ م ۱۲۸۳ھ، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمہ اللہ م ۱۳۳۲ھ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ م ۱۳۶۳ھ، حضرت مولانا محمد اشفاق الرحمن کاندھلوی رحمہ اللہ م ۱۳۷۷ھ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ م ۱۳۸۲ھ، حضرت مولانا محمد ادیس کاندھلوی رحمہ اللہ م ۱۳۹۲ھ، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنی رحمہ اللہ م ۱۴۰۲ھ، اسی قصبہ کاندھلہ کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے زمانہ میں ایک رہنما میر کی حیثیت رکھتا تھا۔ شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد مالک صاحب صدیقی کاندھلوی بھی اسی قافلہ میں شامل تھے۔ آپ کا تعلق صدیقی خاندان سے تھا آپ حضرت مولانا مفتی الہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ (تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ م ۱۲۳۹ھ) کی پانچویں پشت میں تھے اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ حضرت امام قاسم بن محمد بن حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی اسیسویں پشت میں تھے اس طرح آپ کو خلیفہ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

شجرہ نسب

مولانا محمد مالک بن مولانا محمد ادیس بن مولانا محمد اسماعیل بن مولانا حکیم حاجی محمد الحق بن مولانا ابوالقاسم بن مولانا مفتی الہی بخش کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

والدین

آپ کے والد ماجد شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد ادیس صاحب کاندھلوی

رحمہ اللہ (فاضل اولاً مظاہر العلوم سہارنپور ثانیاً دارالعلوم دیوبند) تھے جنہیں تلمذ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ و حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے تھا آپ نے مختلف مدارس میں تدریس کی جن میں مدرسہ امینیہ دہلی، دارالعلوم دیوبند، جامعہ عباسیہ بہاولپور اور جامعہ اشرفیہ لاہور جہاں آپ شیخ الحدیث و التفسیر کے عہدے پر فائز ہوئے اور آخر دم تک اسی جامعہ سے وابستہ رہے۔ شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد مالک صاحب صدیقی کاندھلوی رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ کا تعلق بھی صدیقی خاندان سے تھا جو مظاہر العلوم سہارنپور کے ناظم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب صدیقی تھانوی رحمہ اللہ کی صاحبزادی تھی۔

### ولادت

شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی ۱۳۳۳ھ بمطابق ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۹۸۱ھ بمطابق ۱۹۸۱ھ قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، آپ کے تالیفی نام ضیاء المتین، مغیر النبی، مرغوب الدین ہیں جن سے آپ کا سن ولادت ۱۳۳۳ھ نکلتا ہے۔ آپ شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے مایہ ناز فرزند ارجمند تھے اور اپنے علم و فضل زہد و تقویٰ اور خلوص و التہیت میں اپنے والد ماجد کے عین نمونہ تھے اور صحیح علمی و روحانی جانشین تھے۔ شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے ہاں چھ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اور آپ شیخ الحدیث و التفسیر کے دوسرے نمبر پر صاحبزادے تھے۔

### تعلیم

ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا۔ والد صاحب چونکہ حیدرآباد دکن میں مقیم تھے اس لئے وہاں کے زمانہ قیام ۱۳۵۳ھ بمطابق ۱۹۳۵ء میں دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا باضابطہ تعلیم تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں شروع کی، تھانہ بھون میں ابتدائی تعلیم فارسی اور اردو سے حاصل کی اس کے بعد کاندھلہ چلے آئے اور والد ماجد کی سرپرستی میں قائم کردہ مدرسہ نصرت الاسلام میں مزید تعلیم کیلئے داخل ہوئے تین سال تک اسی مدرسہ میں تعلیم پائی آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالحجید صاحب



؎ (خلیفہ حضرت تھانوی) شامل تھے اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں آئندہ نصاب کی تعلیم کی تکمیل کیلئے داخلہ لیا اپنے ماما حضرت مولانا محمد زکریا صاحب تھانوی کے ہمراہ اسی کمرہ میں قیام رہا جو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کا کمرہ ہوا کرتا تھا حضرت مولانا حافظ عبداللطیف مظفرنگری مہتمم و سابق ناظم مظاہر العلوم کی خصوصی شفقت اور سرپرستی میں حدیث و تفسیر کے علوم کی تکمیل کی پھر شوال ۱۳۵۸ھ بمطابق نومبر ۱۹۳۹ء میں اپنے والد ماجد مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے حکم پر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر کے عہدہ پر فائز تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے موقوف علیہ تک حدیث و تفسیر اور معقولات و فلسفہ، علم کلام کی تکمیل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام تقریباً تین سال تک رہا۔

دورہ حدیث شریف

آپ نے دورہ حدیث شریف میں شوال ۱۳۶۱ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۶۲ء جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کجرات (انڈیا) میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا عبدالرحمن امروہی م ۱۳۶۷ھ (تلمیذ حضرت نانوتوی و حضرت گنگوہی و مولانا احمد حسن امروہی) حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی م ۱۳۶۹ھ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی م ۱۳۸۵ھ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی م ۱۳۸۷ھ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی م ۱۳۹۴ھ جیسے اکابر حضرات سے علم حدیث شریف کی پیاس بجھائی اس سال صحیح بخاری شریف کی دونوں جلدیں حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی اور ۱۹ سال کی عمر میں شعبان ۱۳۶۲ھ بمطابق اگست ۱۹۴۳ء کو جامعہ اسلامیہ سے سند فراغت حاصل کی اس سال یہاں کے مہتمم حضرت مولانا مفتی اسماعیل محمد بسم اللہ ڈابھیلی م ۱۳۷۸ھ تھے اور صدر مدرس حضرت مولانا عبدالرحمن امروہی تھے جو ربیع الاول ۱۳۶۲ھ تک رہے بوجہ علالت رخصت لے گئے اور ان کی جگہ حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی کو صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ اس سال مدرسہ میں طلباء کی کل تعداد ۴۱۹ تھی اور فراغت پانے والے طلباء کی تعداد ۷۲ تھی اور فارغ ہونے والے طلباء کی فہرست میں آپ کا نام دوسرے نمبر پر تھا اور پہلے نمبر پر حضرت مولانا منظور احمد سیالکوٹی کا تھا۔

## رفقائے دورہ حدیث شریف

وہ حضرات جنہوں نے آپ کے ساتھ دورہ حدیث میں شرکت کی ان کی تعداد ۲۷ تھی لیکن یہاں چند نام ذکر کرتا ہوں جن میں مولانا منظور احمد سیالکوٹی، مولانا امداد الحق ہزاروی، مولانا فضل الہی سرکوٹھی، مولانا محمد عبداللہ کجراتی، مولانا محمد خالد کیرانوی، مولانا محمد اشرف بدخشان، مولانا انیس الرحمن بھنگوی، مولانا محمد اسلام کیمہل پوری، مولانا احمد مالک ہزاروی، مولانا محمد شفیق پشاور، مولانا محمد کریم کشمیری، مولانا عطاء اللہ پنجابی، مولانا میرزا ہمدانی، مولانا حبیب الرحمن پالن پوری، مولانا صاحب الدین مردانی، مولانا کمال الدین کمرانی، مولانا فضل واحد پشاور، مولانا حبیب اللہ فیروز پوری، مولانا عتیق الرحمن اعظمی، مولانا محمد نعمان کاندھلوی، مولانا نیاز محمد سمرقندی، مولانا روشن دین ہزاروی، مولانا حبیب الرحمن بلیاوی، مولانا نذیر احمد لدھیانوی، مولانا محمد خان مردانی، مولانا فضل منان پشاور تھے۔

دستار بندی

۱۰ شعبان ۱۳۶۲ھ کی شب میں ختم بخاری شریف کی تقریب ہوئی اس کے بعد حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی نے وعظ فرمایا اور صبح کو حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی نے وعظ فرمایا پھر مولانا اسماعیل گارڈی نے علم کی ضرورت اور حفاظت نیز مدرسہ کی امداد و اعانت کے سلسلہ میں تقریر فرمائی پھر بہتر (۷۲) فضلاء کی دستار بندی ہوئی حسب دستور باہر سے آئے ہوئے کثیر مہمانوں نے کھانا تناول فرمایا۔

مدرسہ

فراغت کے بعد اس خیال سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے کہ وہ کچھ عرصہ تصنیف و تالیف میں گزاریں گے لیکن ان ایام میں بہاولنگر کے ایک مدرسہ جامع العلوم کے مہتمم ان دنوں دیوبند آئے ہوئے تھے ان کے اصرار پر والد ماجد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے رائے سے بہاولنگر تشریف لے گئے اور اس مدرسہ میں مدرسہ کا آغاز کیا بعد میں اسی مدرسہ کیلئے لوگوں کے اصرار پر مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے جامع العلوم میں مدرسہ زندگی کا آغاز صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، تفسیر جلالین اور ہدایہ سے کیا اس کے علاوہ معقولات میں قاضی مبارک اور میرزا ہدجیسی کتابیں بھی پہلے سال پڑھائیں۔ (جاری ہے)

امداد السائل في الاحكام والمسائل      فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

## الاستفتاء

حج کے دوران قصر و تمام اور منی کا مکہ سے الحاق

سوال یہ تھا کہ کوئی شخص سفر کر کے حج سے چند دن پہلے مثلاً چار پانچ روز قبل مکہ مکرمہ پہنچا اور پھر وہاں سے منی عرفات اور مزدلفہ وغیرہ گیا اور حج کے اعمال سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ میں پندرہ دن سے زیادہ قیام کیا تو کیا اس کو سفر کے آغاز سے کب تک قصر نماز ادا کرنی ہوگی؟ اور کیا اب منی مکہ شہر کا حصہ بن چکا ہے، یا اس سے علیحدہ موضع شمار ہوتا ہے؟

اس سلسلے میں دارالعلوم کراچی سے ایک تفصیلی جواب تحریر کیا گیا تھا، جو حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کی خدمت میں بغرض استصواب ارسال کیا گیا تھا، اس پر حضرت رحمہ اللہ نے درج ذیل جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### الجواب باسم ملہم الصواب

دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء میں سفر سے متعلق ایک استفتاء کا جو جواب لکھا گیا ہے وہ بغرض استصواب احقر کے پاس آیا ہے، اس کے متعلق گزارش ہے کہ: جواب میں مذکور کتب فقہ کی عبارات کی روشنی میں صورت مسئلہ کا جواب واضح ہے کہ شخص مذکور اپنے شہر کی حدود سے نکلنے کے بعد منی، مزدلفہ اور عرفات سے واپس ہو کر دوبارہ مکہ مکرمہ پہنچنے تک مسافر رہے گا۔ اور دوبارہ مکہ مکرمہ پہنچنے پر مقیم ہو جائے گا جبکہ پندرہ روز یا اس سے زائد مکہ مکرمہ میں قیام کی نیت کر لی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانچ ذوالحجہ کو حج کے لئے مکہ مکرمہ جانے والا شخص اگر چہ وہاں پندرہ روز یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت بھی کر لے مگر یہ نیت اقامت معتبر نہیں ہے اس لئے کہ پہلے ہی سے یہ بھی متعین ہے کہ ۸ ذوالحجہ کو منی وغیرہ میں جانا اور پھر مزدلفہ عرفات سے واپسی کے بعد منی میں قیام کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں کسی ایک جگہ پندرہ روز قیام نہیں پایا جاتا جو کہ



نیت اقامت کے لئے شرط ہے۔ اب اگر مکہ مکرمہ کی آبادی منی کی آبادی سے اس طرح متصل ہوگئی ہو کہ دونوں کے درمیان نہ تو زرعی زمین ہو اور نہ ہی ایک غلوہ کی مقدار خلا ہو۔ تو منی میں جانے سے حکم قصر نہیں لگایا جائے گا اور اگر درمیان میں زرعی زمین ہو یا اتفاقاً صلہ ہو تو مکہ مکرمہ کی عمارات سے خروج کے بعد حکم قصر شروع ہو جائے گا اس لئے کہ دو بستیوں کے درمیان مزرعہ زمین کا ہونا یا غلوہ کی مقدار خلاء کا ہونا (جس کی تحدید ایک سو پچاس گز سے کی گئی ہے) علامت انقطاع ہے ایسی دو بستیوں کو مستقل علیحدہ علیحدہ دو بستی کہا جائے گا، اور اگر چہ جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے فناء مصر مطلقاً خواہ متصل ہو یا منفصل بحکم مصر ہے اور جس طرح فناء متصلہ میں جمعہ صحیح ہے اسی طرح فناء منفصلہ میں بھی جائز ہے مگر حکم قصر میں وجود مزارع یا بقدر غلوہ خلاء الحاق بالمصر سے مانع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مصر اور فناء کے درمیان وجود مزارع اور خلاء کا پایا جانا صحت جمعہ کے لئے مانع نہیں ہے بلکہ فناء منفصلہ میں بھی جمعہ صحیح ہے اور فناء منفصلہ بحق جمعہ بحکم مصر ہے۔ مگر حکم قصر میں فناء متصلہ تو حکم مصر میں ہے لیکن فناء منفصلہ مصر سے خارج ہے اس لئے قصر کے لئے فناء متصلہ سے تو خروج ضروری ہے مگر فناء منفصلہ سے خروج ضروری نہیں ہے۔ فناء متصلہ سے خارج ہوتے ہی حکم قصر کے لئے خروج عن المصر متحقق ہو جاتا ہے اور حکم قصر لازم ہو جاتا ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله الدر المختار (من خرج من عمارة موضع اقامة) وأشار الى انه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الاقامة كربض المصر وهو ما حول المدينة من بيوت ومساكن فانه في حكم المصر وكذا القرى المتصلة في الصحيح بخلاف البساتين ولو متصلة بالبناء لانها ليست من البلدة ولو سكنها اهل البلدة في جميع السنة او بعضها ولا يعتبر سكنى الحفظة والاكره اتفاقاً امداد واما الفناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا كماياتي بخلاف الجمعة فتصح اقامتها في الفناء ولو منفصلاً بمزارع لان الجمعة من

مصلح البلد بخلاف السفر كما حققه الشرنبلالی فی رسالته و سیاتی فی بابها و القرية المتصلة بالفناء دون الربض لا يعتبر مجاوزتها على الصحيح كما فی شرح المنية (شامی ج ۲ ص ۱۲۱)

جب ثابت ہو گیا کہ وجود مزارع اور بقدر غلوہ خلاء الحاق بالمصر سے مانع ہے اور بحق قصر فناء منفصلہ کا حکم مصر کا نہیں ہے۔ اور مکہ مکرمہ سے منی کا ایسا اتصال جس میں نہ کوئی کھیت ہو اور نہ بقدر غلوہ خلاء ہو ثابت نہیں ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ اور منی دو الگ الگ شہر قرار پائیں گے اور اس لئے حج کو جانے والا شخص جب تک ۸ ذوالحجہ سے پندرہ یوم پہلے مکہ مکرمہ نہ پہنچے اور پندرہ یوم وہاں قیام کی نیت نہ کرے اس وقت تک وہ مسافر ہی رہے گا مقیم نہ ہوگا۔

لہذا مکہ مکرمہ اور منی میں اقامت کی نیت کرنے کی مثال ایسی نہیں ہوئی کہ مسافر کسی شہر کے مختلف مقامات میں پندرہ دن رہنے کی نیت کر لے بلکہ یہ موضعین مستقلین میں نیت اقامت کی مثال ہے۔ اور دونوں شہروں کی بلدیہ ایک ہونے کی وجہ سے یا شہری ضروریات دوسرے شہر تک پہنچ جانے سے اگر فناء مکہ ہونے کا ثبوت ہو بھی جائے پھر بھی منی اور عرفات کا الحاق مکہ مکرمہ سے نہ ہوگا جبکہ درمیان میں بقدر غلوہ خلاء پایا جائے۔ کیونکہ فناء اور توالیع میں اقامت کی نیت معتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ فناء متصل ہو اور توالیع کے درمیان میں کھیت اور بقدر غلوہ خلاء بھی نہ ہو، صرف فناء میں ہونا کافی نہیں ہے جیسا کہ معروضہ احقر شامی کی عبارت سے واضح ہے۔ اب رہا یہ کہ درمختار کی عبارت ذیل سے:

اوكان احدهما تبعاً لآخر حیث تجب الجمعة على ساكنها الخ اور اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے کا لقرية التي قربت من المصر بحیث یسمع النداء (شامی ج ۲ ص ۲۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر سے قریب ایسا قریہ جس میں شہر کی آواز سنائی دیتی ہو وہ شہر کے تابع اور مصر کے حکم میں ہی ہے اور دونوں میں پندرہ یوم کی نیت سے مقیم ہو جائیگا۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ اول تو یہ مرجوح قول ہے۔ رائج یہ ہے کہ اگر وہ بہتی مستقل نام رکھتی ہو اور فنائے شہر کی آبادی نہ ہو تو اس بہتی والوں پر جمعہ کا پڑھنا اور شہر میں آنا

فرض نہیں ہے، اگرچہ شہر کی اذان بھی وہاں سنائی دیتی ہو۔ دوسرے یہ کہ اس عبارت کو قریہ متصلہ من المصر پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ یعنی فناء متصلہ میں جو ایسا قریہ ہو جس میں شہر کی اذان سنائی دیتی ہو اس کے رہنے والوں پر جمعہ بھی واجب ہے اور اس میں حکم قصر بھی نہ لگایا جائے گا کیونکہ حکم قصر کے لئے قریہ متصلہ سے خروج شرط ہے نہ کہ منفصلہ سے۔ هذا ما عندی ولعل عند غیرى احسن من هذا، فقط۔ واللہ اعلم

احقر سید عبدالشکور رزوی ۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

### تتمۃ الجواب

قد روی ابو داؤد عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی ﷺ قال الجمعة على كل من سمع النداء اه وفي رواية الدر المختار وشرط لا فتراضها تسعة تختص بها بمصر واما المنفصل عنه فان كان يسمع النداء تجب عليه عند محمد الخ وصحح في مواهب الرحمن قول ابی یوسف بوجوبها على من كان داخل حدا لاقامة الخ: وعلمه في شرح المسمى بالبرهان بان وجوبها مختص باهل المصر والخارج عن هذا الحد ليس اهل اه وفي الشامية (ج ۲ ص ۱۵۳) قلت وهو ظاهر المتن۔ وفي المعراج انه اصح ما قيل..... وفي التتارخانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الا على من يسكن المصر او ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح ما قيل اه وبه جزم في التجنيس قال في الامداد تنبيه قد علمت بنص الحديث والاثرو الروايات عن ائمتنا الثلاثة واختيار المحققين من اهل الترجيح انه لا عبرة ببلوغ النداء ولا بالغلوة والامبال فلا عليك من مخالفة غيره وان صحح اه اقول وينبغي تقييد ما في الخانية والتتارخانية بما اذا لم يكن في فناء المصر لما مر انها تصح اقامتها في الفناء ولو منفصلا بمزارع فاذا صحت في الفناء لانه ملحق بالمصر يجب على من كان فيه ان يصلحها



لأنه من اهل المصر كما يعلم من تعليل البرهان والله الموفق (شامی ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۴ ایم سعید، کراچی)

وفی اعلاء السنن : وعلى هذا فالجواب عن الحديث ان اباداؤد  
قد رجح وقفه حيث قال : روى هذا الحديث جماعة عن سفيان (الثوري)  
مقصوراً على عبد الله بن عمرو ولم يرفعه وانما اسنده قبيصة اه (۴۰۹:۱)  
قلت وقبيصة هذا هو ابن عقبة من رجال الجماعة صدوق ربما خالف  
كما في التقريب (ج ۲ ص ۱۴۲) فلا يعتمد على تفرد وفي اسناده محمد بن  
سعيد الطائفي قال المنذرى : وفيه مقال كما في عون المعبود وفي تهذيب  
التهذيب (۹-۱۹۱) قال ابن ابى وارة محمد بن سعيد ثقة وثقه البيهقي اه  
وفى "التقريب" ص ۸۳ صدوق وفي السند ابوسلمة بن نبيه عن عبد الله  
هارون وهما مجهولان كما في التقريب (ص ۱۱۲ ص ۲۵۶) فالحاصل ان  
الحديث لم يثبت رفعه باسناد يحتج به والموقوف ايضاً ضعيف لجهالة  
الرجال واما ما في العزيزي (۲: ۱۹۷) قال عبد الحق : الصحيح وقفه اه فمعناه  
ان الوقف اسلم حالاً من الرفع - لانه صحيح في اصطلاح المحدثين -  
قال الشوكاني في "النيل" وقد ورد (الحديث) من حديث عبد الله بن  
عمرو من وجه آخر اخرجه الدارقطني من رواية الوليد عن زهير بن  
محمد قال العراقي لكن زهير روى عن اهل الشام من اكبر - والوليد مدلس  
وقد رواه بالعنعنة فلا يصح (۱) ورواه الدارقطني ايضاً من رواية محمد بن  
الفضل عن حجاج ومحمد بن الفضل ضعيف جداً، والحجاج هو ابن  
ارطاة مدلس مختلف في الاحتجاج به انتهى كذا في "بذل المجهود"  
(۲: ۱۲۵) قلت فلا يصح تجويد ابن حجر (الهيثمي) هذا الشاهد كما  
نقله عنه في "بذل المجهود" فان عنعنة الوليد ضعيفة بالاتفاق (حاشية اعلاء

السنة ج ٨ ص ٣٨ مطبوعه ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه

وهذا الجواب عن الحديث المذكور باعتبار السند وما الكلام عليه باعتبار المعنى فان المراد بالنداء المذكور في الحديث هو النداء الواقع بين يدي الامام في المسجد لانه الذي كان في زمن النبوة لا الواقع على المنارات وهذا النداء لا يسمعه جميع من في البلد فضلا عن اهل القرى القريبة منه - اللهم الا ان تكون القرية متصلة البنيان بالمصر - ولا خلاف في الوجوب على اهلها وانما الكلام في المنفصلة عنه قريبة منه ايضا فتعلق السعي على سماع النداء يسقط عمن كان في المصر الكبير اذ لم يسمعه - وهذا بخلاف الآية وقد حلى التراقي في شرح الترمذي عن الشافعي ومالك واحمد بن حنبل - انهم يوجبون الجمعة على اهل المصر وان لم يسمعوا النداء اه وقد ادعى في البحر الاجماع على عدم اعتبار سماع النداء في موضعها (اعلاء السنة ج ٨ ص ٣٨ و ٣٩)

فالحديث مع ضعفه متروك العمل بظاهره : فلا يجوز الاحتجاج به ولا يصح ايراد على الحنفية بوجه (من الاعلاء ملخصا)

وبهذا التفصيل ثبت ان ظاهر الرواية عن اصحابنا ان الجمعة لا تجب الاعلى من يسكن المصر او ما يتصل به يعني به فناء المصر فلا تجب على من يسكن القرية واهل السواد ولو قريباً اذا كان منفصلاً عنه ولا عبرة ببلوغ النداء وما في الشامية ان لا عبرة بقدر غلوة فالمراد منها ان الفناء بنفسها ليست مقيدة بقدر غلوة لان التعريف احسن من التحديد لانه لا يوجد ذلك كل مصر وانما هو بحسب كبر المصر وصغره الخ (ثاني)

ولكن يعتبر الفصل من المصر بقدر غلوة في حكم القصر -

وانما اطلنا الكلام في هذا المقام لكونه زلة الاقدام مقرر كالا فهام

الاعلام۔ وقد تمت تمة الجواب بعون الملك الوهاب والصلوة والسلام  
على رسوله واله والاصحاب۔

کتبها الاحقر الراجی بعفوريه الغفور المدعو بعبد الشکور الترمذی  
عفی عنه ذنبه الجلی والخفی فی سلخ ربيع الاول سنة تسع بعداربعماية  
والف من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلوة وتحية۔  
تتمه

حال ہی میں منی، مزدلفہ کے مکہ معظمہ سے الحاق کے متعلق دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی حضرت  
مولانا شیر محمد صاحب علوی مدظلہم نے حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم کی رائے معلوم کرنی چاہی تو اس  
کے جواب میں انہیں جو مکتوب لکھا گیا تتمہ کے طور پر وہ یہ قارئین ہے۔ (احقر محمد صدیق غفرلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت گرامی حضرت مولانا شیر محمد صاحب علوی مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! احوال آنکہ آنجناب کا مرسلہ اخبار ”الجزیرہ“ نیوز پیپر جس میں سعودی  
وزیر داخلہ ملک امیر ناف بن عبدالعزیز کا یہ مشاہدہ شائع ہوا ہے کہ مشاعر حرم (منی، مزدلفہ،  
عرفات) مکہ معظمہ کے وسط میں ہیں، موصول ہوا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ”اپنی رائے عالی سے  
مطلع فرماویں“ اول تو احقر کی رائے کا کیا اعتبار لان رای العلیل علیل دوم یہ کہ احقر اب تک  
اس بارہ میں اسی تحقیق پر فتویٰ دیتا رہا جو قدیم اپنے اکابر رحمہم اللہ سے منقول چلی آرہی ہے کہ منی  
اور مزدلفہ دو الگ الگ مقام ہیں مکہ معظمہ کا حصہ نہیں ہیں، حضرت اقدس والد گرامی قدس سرہ  
السامی کی بھی یہی تحقیق ہے جو ”حیات ترمذی“ میں شائع ہو چکی ہے لیکن چند سال سے یہ بات  
سامنے آرہی ہے کہ منی اور مزدلفہ کا الحاق مکہ معظمہ سے ہو چکا ہے بطور خاص منی تک آبادی کا  
اتصال بھی پایا جا رہا ہے لہذا اب منی، مزدلفہ، مستقل دو الگ مقام نہیں بلکہ یہ مکہ معظمہ کا حصہ ہیں  
ظاہر ہے کہ اس کا تعلق مشاہدہ سے ہے اور جن حضرات نے مشاہدہ کیا ہے ان میں سے بھی اکثر کا



خیال یہی ہے کہ یہ دونوں مکہ معظمہ کا ہی حصہ ہیں۔

آنجناب کے علم میں ہے کہ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ کی مشاہدہ کرنے والی جماعت میں احقر بھی شامل تھا اس وقت سے احقر کا رجحان اسی طرف ہے کہ الحاق والی رائے اقرب الی الصواب ہے لیکن پورے طور پر شرح صدر نہ تھا اس لئے احقر نے اس رائے پر فتویٰ نہیں دیا پھر جب ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں اس موضوع پر اجتماع ہوا تو احقر نے وہاں بھی تحریراً اور تقریراً اپنے اسی رجحان کا ذکر کیا لیکن وہاں اس وقت یہی طے ہوا کہ الحاق والی رائے پر ابھی فتویٰ نہ دیا جائے ایک کمیٹی مشاہدہ کیلئے تشکیل دی جائے گی اس کی رپورٹ پر کوئی فیصلہ ہوگا، لیکن اس کے بعد معلوم ہوا کہ متفقہ طور پر اس بارہ میں کچھ بھی طے نہیں ہوا بلکہ یہی فیصلہ ہوا کہ جس کی جو تحقیق ہو اس کے مطابق وہ فتویٰ دے۔ نتیجہً اب تک اس میں دو رائیں چلی آرہی ہیں اور احقر ناکارہ کا رجحان بعض امور کی بناء پر اب پہلے سے زیادہ الحاق والی رائے کی طرف ہو رہا ہے

هَذَا مَا ظَهَرَ لِي الْآنَ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ الْعَمَانُ۔

بہر حال اگر موجودہ حالات کے پیش نظر اب منی، مزدلفہ کے مکہ معظمہ سے الحاق کا فتویٰ دے دیا جائے تو احقر اس کو اپنے حضرات اکابر کے جاری کردہ سابقہ فتاویٰ کے خلاف نہیں سمجھتا کیونکہ ان کے زمانہ میں منی، مزدلفہ تک مکہ معظمہ کی آبادی کا نہ تو اتصال تھا اور نہ ہی وہ فناء مکہ تھے اور اب صورت حال پہلے سے یکسر مختلف ہے، پس اگر اب اتصال آبادی یا فناء مکہ معظمہ کی بناء پر ان پر الحاق بمکہ کا حکم لگا دیا جائے تو یہ کسی طرح بھی انکی مخالفت نہیں کہلائے گا۔ لان هذا الامر يختلف باختلاف الزمان والاحوال فلا تعارض ولا اشكال كما لا يخفى على ارباب الفضل والكمال هذا ما في البال والعلم عند الله المتعال۔

فقط والسلام مع الاكرام

حررہ احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

دارالافتاء جامعہ حقانیہ ساہیوال سرکودھا

۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ ۲۵ جنوری ۲۰۰۹

## تعارف و تبصرہ

نام کتاب: استغفار کے ثمرات افادات: عارف باللہ جناب حکیم محمد اختر دامت برکاتہم  
مرتب: جناب سید عشرت جمیل میر مدظلہ صفحات: ۴۰ ناشر: انجمن احیاء السنہ نفیر آباد باغبانپورہ لاہور  
زیر تبصرہ رسالہ عارف باللہ حضرت اقدس جناب شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت  
برکاتہم کا ایک مختصر، پراثر، دل نشین اور اپنے موضوع پر ایک جامع وعظ ہے جو آنجناب نے دیار  
حبیب مکی ﷺ جبل احد کے دامن میں ارشاد فرمایا تھا مخدوم و مکرم حضرت ذاکر عبدالمقیم صاحب  
مدظلہم اسے اعلیٰ کتابت اور عمدہ طباعت کے ساتھ منظر عام پر لائے ہیں فجزاہم اللہ خیر الجزاء  
نیز رسالہ کے آخر میں ”توفیق توبہ“ کے عنوان سے حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہم کا  
مرتب کردہ مضمون بھی شامل اشاعت ہے جو کہ بہت ہی نافع اور مفید ہے (عبدالناصر تریذی)

نام کتاب: کتاب الدعاء والاستغفار مؤلف: جناب رشید اللہ یعقوب صاحب صفحات: ۲۰۸  
ناشر: رحمۃ اللعلمین ریسرچ سنٹر مکان نمبر 8 زمزم اسٹریٹ نمبر 3 کلنٹن کراچی

دعا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے کیونکہ دعا ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان کی  
عاجزی و انکساری کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہ نے انسان کیلئے بلندی مقام کا  
وعدہ فرمایا ہے جناب نبی کریم ﷺ نے احادیث مبارکہ میں ہر اچھے کام کیلئے دعا کرنے کی تعلیم  
و تلقین فرمائی ہے حتیٰ کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو حق تعالیٰ شانہ سے مانگنے کا حکم فرمایا ہے جس  
سے دعا کی اہمیت واضح ہوتی ہے مگر آجکل اس سے مسلمانوں میں سستی اور غفلت پائی جاتی ہے  
اس کتاب میں جناب رشید اللہ یعقوب صاحب نے انتہائی احسن انداز میں نو (۹) ابواب پر  
مشمول دعاؤں کا ایک حسین مجموعہ مرتب کیا ہے اور ہر صیغہ کے متعلق دعائیں الگ الگ ابواب  
میں جمع کر دی ہیں پہلے باب میں دعا کی فضیلت و آداب و قبولیت کے اوقات وغیرہ اور آخری  
باب میں مختلف درود و سلام کو جمع کر کے کتاب کی افادیت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ ماشاء اللہ ٹائٹل  
دیدہ زیب اور کاغذ و طباعت عمدہ ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قارئین کو استفادہ کی توفیق دیں اور  
مؤلف صاحب کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازیں آمین (مظفر مسعود)

## اخبار الجامعہ

- ۲۰ محرم الحرام: حضرت صدر جامعہ مدظلہم کا مختلف امور کے سلسلہ میں سرگودھا سفر ہوا۔
- ۲۱ محرم الحرام: چک نمبر ۹۰ شمالی سرگودھا مدرسہ مظہر العلوم میں سنن ابی داؤد کا آخری حدیث کا درس دیا اور مفصل بیان بھی فرمایا۔ اس موقع پر جامعہ ہذا کے صدر مدرس حضرت مولانا محمد ظفر اللہ صاحب کا بھی بیان ہوا۔
- ۲۲ محرم الحرام: جامعہ حقانیہ موضع چوہال میں بعد عشاء تفصیلی خطاب فرمایا۔
- ۲۵ محرم الحرام: جامعہ ہذا میں بعد نماز عصر درس قرآن کریم دیا۔
- ۲۷ محرم الحرام: تقریب تکمیل ناظرہ قرآن کریم کے موقع پر اپنے عم محترم جناب سید عبدالعلیم صاحب ترمذی کے گھر میں بیان فرمایا اور دعا کرائی۔ عصر سے پہلے جامع مسجد مبارک خان میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔
- ۲۸ محرم الحرام: جامعہ ہذا میں چھ طلبہ کی تکمیل حفظ قرآن کریم کے موقع پر بصیرت افروز بیان فرمایا۔
- ۲۹ محرم الحرام: مولانا خالد حسین عباسی کی دعوت پر اسلام آباد راستہ سرگودھا تشریف لے گئے۔
- کیم صفر الخیر: دارالعلوم مری کے اجلاس شوریٰ میں شرکت فرمائی عصر کے بعد مسجد میں بیان فرمایا اجلاس میں مولانا زبیر اشرف عثمانی صاحب اور مولانا محمد یحییٰ صاحب اور مولانا عابد حسین عباسی صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔
- ۲ صفر الخیر: دارالعلوم مری کے اجلاس کی آخری نشست کے بعد واپسی ہوئی۔
- ۳ صفر الخیر: عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم نے جامع مسجد حقانیہ تحصیل ساہیوال میں بصیرت افروز بیان فرمایا پھر خطبہ دیا اور جمعہ بھی پڑھایا اور عصر کے بعد جامعہ حقانیہ میں علماء، طلباء اور عوام الناس کے مجمع سے خطاب فرمایا جس میں خواتین نے بھی



- شرکت کی پھر عشاء کے بعد جامع مسجد گنبد والی فروکہ میں بھی خطاب فرمایا۔
- ۴/ صفر الخیر : صبح نوبت کے جامعہ ہذا کے طلباء اور علماء میں بیان فرمایا اس کے بعد شاخ جامعہ حقانیہ فروکہ روڈ شاہد رہ کا سنگ بنیا درکھا پھر بارہ بجے دارالعلوم اشرفیہ للبنات چوہال میں بیان فرمایا اور عصر کے بعد جامعہ حقانیہ تحصیل ساہیوال میں عمومی طور پر اصلاحی درس دیا۔
- ۵/ صفر الخیر : جامعہ میں باقاعدہ سہ ماہی امتحانات کا آغاز ہوا طلبہ نے انتہائی دلچسپی اور نظم و ضبط سے امتحانات میں شرکت کی۔
- ۷/ صفر الخیر : تکمیل حفظ قرآن مجید کے موقع پر مدرسہ عائشہ للبنات تحصیل ساہیوال میں آخری سبق پڑھایا اور دعا کرائی۔
- ۸/ صفر الخیر : جامعہ میں درجہ کتب و درجہ حفظ و ناظرہ قرآن کریم کے سہ ماہی امتحانات کی تکمیل ہوئی، مدرسہ امدادیہ فقیہ سلا نوالی میں ماہانہ اصلاحی درس جامعہ ہذا کے مدرس حضرت مولانا مفتی شمس الدین صاحب مدظلہم نے دیا۔
- ۱۳/ صفر الخیر : صدر جامعہ نے مدرسہ حفصہ للبنات پٹھانکوٹ میں بموقع تکمیل حفظ قرآن کریم بصیرت افروز بیان فرمایا۔
- ۱۴/ صفر الخیر : مدرسہ خدیجہ الکبریٰ مبارے خاں میں تکمیل قرآن کریم کے موقع پر خطاب فرمایا
- ۱۸/ صفر الخیر : موضع چک بندی میں بعد عشاء جلسہ سے خطاب فرمایا۔
- ۱۹/ صفر الخیر : مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلا نوالی کی مجلس مشاورت میں شرکت فرمائی۔

چودھری الیکٹرک سروس مین بازار ساہیوال ضلع سرگودھا  
یہاں پر پرپرنگ ریوینڈنگ پلمبر کا کام تسلی بخش کیا جاتا ہے  
نیز بجلی کا سامان بارعایت خرید فرمائیں (شکریہ)

## عظیم سکالر سید قاری محمد اکبر شاہ بخاری کی تصانیف و تالیفات

مدیر و مؤسس جامع مسجد عثمانیہ مدرسہ اشرفیہ اہل سنت والجماعہ العلوم جامعہ یور ضلع راجن پور

○ مقالات مفتی جمیل احمد تھانوی ○ اکابر علماء دیوبند ○ تذکرہ اولیاء دیوبند ○ تحریک پاکستان اور علماء دیوبند ○ تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین (تاریخی دستاویز) ○ پچاس مثالی شخصیات ○ مفتی محمد حسن اور ان کے خلفاء ○ پاک وہند کے نامور علماء و مشائخ ○ مقالات و بیانات مولانا شمس الحق ○ حالات و مقالات مولانا سید بدر عالم ○ خطبات مفتی اعظم (مفتی محمد شفیع) ○ مقالات مفتی اعظم (مفتی محمد شفیع) ○ معارف مفتی اعظم (مفتی محمد شفیع) ○ مفتی اعظم پاکستان اور ان کے ممتاز تلامذہ و خلفاء ○ مفتی اعظم پاکستان اکابر و معاصرین کی نظر میں ○ چند مثالی شخصیات (تاثرات مفتی اعظم) ○ معارف شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی ○ تذکرہ الشیخ مولانا زکریا کاندھلوی ○ سیرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی ○ تذکرہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ○ خطبات و مقالات علامہ شبیر احمد عثمانی ○ اکابرین وفاق المدارس ○ اکابرین مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان ○ خطبات و مقالات طیبات (قاری محمد طیب قاسمی) ○ ذکر متین خطیب ○ علماء دیوبند کے شاندار کارنامے ○ مسلک و شرب اکابر دیوبند ○ چالیس بڑے مسلمان ○ جلد ○ خطبات اکابر ○ جلد ○ خطبات احتشام ○ جلد ○ بیس علماء حق ○ خطبات و مقالات (مفتی عبدالقادر) ○ مقالات ترمذی (مفتی عبدالغفور ترمذی) ○ مقالات حکیم الاسلام ○ مقالات مفتی عبدالحکیم سکھروی ○ خطبات ادریس (علامہ محمد ادریس کاندھلوی) ○ مقالات عثمانی ○ جلد (علامہ ظفر احمد عثمانی) ○ حیات علامہ ظفر احمد عثمانی ○ ذکر خیر محمد ویا دشریف ○ حیات مولانا احتشام الحق تھانوی ○ تذکرہ خطیب الامت (مولانا احتشام الحق) ○ خطبات و مقالات مولانا محمد مالک کاندھلوی ○ کاروان تھانوی (حکیم الامت کے خلفاء کا تذکرہ) ○ فیضان تھانوی (حکیم الامت کے علمی و دینی کارنامے) ○ سوانح مفتی محمد خلیل ○ حیات مولانا محمد مالک کاندھلوی ○ ذکر طیب (سوانح قاری محمد طیب قاسمی) ○ سلسلہ اشرفیہ امدادیہ کے سو بڑے علماء ○ برصغیر کے پچاس جلیل القدر علماء ○ مقالات گیلانی (علامہ مناظر حسن گیلانی) ○ مواعظ و مقالات مولانا نذیر احمد ○ بیانات و مقالات مولانا عبدالجبار نور